خواتین

اور

اسلامی بیداری

محمد مسعود عالم قاسمی

قاضی پبلیشرز و ڈسٹری بیوٹرز دہلی ۱۳

QAZI PUBLISHERS & DISTRIBUTORS

خواتین
اور
اسلامی بیداری

محمد سعود عالم قاسمی
ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

QAZI PUBLISHERS
& DISTRIBUTORS

قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
بی-۳۵ (بیسمینٹ) حضرت نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی - ۱۳

Khawatin Aur Islami Bedari

by Mohammad Saud Alam Qasmi

Price: Rs. 15/-

ISBN 81-85362-32-7

کتاب ____ خواتین اور اسلامی بیداری

مصنف ____ محمد سعود عالم قاسمی

صفحات ____ ۵۶

کتابت ____ سلطان احمد

طبع اوّل ____ ۱۹۹۲ء

تعداد ____ ایک ہزار

طبع دوم : 2001

ناشر : قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

بی-۳۵ (بیسمینٹ) حضرت نظام الدین ویسٹ، نئی دہلی-۱۳

مطبوعہ : بھارت آفسیٹ، دھلی، فون: 3284486

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ہندوستان کے موجودہ مسلم سماج میں خواتین کی حیثیت اور مقام کی دو تصویریں ہیں اور دونوں باہم مختلف اور متضاد معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تصویر یہ ہے کہ عورت دبی اور پسی ہوئی ہے۔ حقوق زندگی سے محروم، ستم رسیدہ اور کس مپرسی کا شکار ہے، وہ مردوں کے رحم و کرم پر ہے۔ اس کے ساتھ مرد جیسا چاہے سلوک کرے عورت کچھ کہنے اور کرنے کی مجاز نہیں۔ نہ وہ اپنے خاوند اور اہل خانہ سے اختلاف رائے کرسکتی ہے اور نہ اسے آزادانہ اظہار رائے کا حق حاصل ہے۔ شوہر کے ہر حکم کی بلا چون و چرا بجا آوری کے علاوہ کسی چیز کا اسے اختیار نہیں۔ چادر اور چار دیواری کے تقدس کے نام پر اسے مجبور محض بنا دیا گیا ہے۔ وہ مرد کی استحصالی ذہنیت کا شکار ہے۔ اور متاع منقول نہ ہو کر بھی مرد اس پر مالکانہ حق رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ جدید ذہن کے لوگ روایتی مسلم معاشرہ میں عورت کی حیثیت کی اسی طرح تصویر کشی کرتے ہیں۔

دوسری تصویر میں عورت بے قید اور بے لگام ہے، وہ چادر اور چار دیواری سے آزاد اور شوہر کی جائز اطاعت سے بے نیاز ہے، اس کی دلچسپیاں خاندانی نظام کے استحکام میں کم اور باہر کی رونقوں میں زیادہ ہیں، اس کی آنکھ میں نہ حیا کا سرمہ ہے اور نہ اس کے سر پر عصمت کی چادر ہے، وہ محفلوں کی زینت اور مردوں کی ہوس نظر کا نشانہ ہے، بلکہ مجروح تماشا ہے، وہ اپنے جسم و تن کی نمائش کرتی ہے اور لذت خود فریبی کی اسیر ہے، وہ تقاضائے امومت سے غافل اور کار نسوانیت سے بے پرواہ ہے، روایتی ذہن جدید تعلیم و تہذیب سے آراستہ عورتوں کی تصویر کشی اسی انداز سے کرتا ہے۔

یہ دونوں تصویریں ادھوری اور نامکمل ہو سکتی ہیں، ان میں کمی اور اضافہ بھی ہو سکتا ہے مگر مجموعی حیثیت سے یہ تصویریں موجودہ مسلم معاشرہ میں خواتین کی حیثیت اور حالت کی ترجمان ہیں۔

روایتی ذہن عورتوں کی اس بے راہ روی کی ذمہ داری مغربی تعلیم و تہذیب پر ڈالتا ہے اور یہ بہت حد تک درست ہے۔ جدید ذہن مسلم معاشرہ میں عورتوں کی پستی کا ذمہ دار اسلام اور اسلامی تعلیم و تہذیب کو قرار دیتا ہے، یہ کسی بھی حد تک درست نہیں ہے۔

میں مسلم معاشرہ میں عورت کے مقام کی ایک تیسری تصویر پیش کر رہا ہوں جو ان دونوں تصویروں سے مختلف ہے اور مسلمان عورت کی یہی مکمل اور جامع تصویر ہے۔ یہ عہدِ نبویؐ کی خواتین کی تصویر ہے جن پر قرآن کی یہ آیت صادق آتی ہے۔

"اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ
وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ
وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ
اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب۔۳۵)

"اطاعت کرنیوالے مرد اور اطاعت کرنیوالی عورتیں، ایمان لانیوالے مرد اور ایمان لانیوالی عورتیں، فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں برداری کرنیوالی عورتیں، راستباز مرد اور راستباز عورتیں، ثابت قدمی دکھانیوالے مرد اور ثابت قدمی دکھانیوالی عورتیں، فروتنی اختیار کرنیوالے مرد اور فروتنی اختیار کرنیوالی عورتیں، خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنیوالے مرد اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنیوالی عورتیں۔ ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

گویا میں عصرِ حاضر کی خواتین کو ایک آئینہ دکھا رہا ہوں، اس آئینہ میں وہ اپنی صورت، اپنی سیرت، اپنا ماضی، اپنا حال، اپنا مقام اور اپنا کام سب کچھ دیکھ سکتی ہیں۔ یہ ایک آئیڈیل اور نمونہ ہے، اس کے مطابق وہ اپنی زندگی سنوار سکتی ہیں، اپنا کردار بنا سکتی ہیں اور اپنا کھویا وقار واپس لا سکتی ہیں۔

یہ غالباً ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے جاری شدہ پندرہ روزہ رسالہ "تہذیب الاخلاق" میں ایک خاتون ڈاکٹر ...... صاحبہ کا ایک مضمون شائع ہوا۔ جس میں اسلام اور مسلم خواتین سے متعلق کچھ ایسی باتیں کہی گئیں جو مبنی بر صداقت نہ تھیں اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ تھیں، انھوں نے مسلمانوں کے موجودہ طرزِ عمل اور اسلامی تعلیمات میں فرق و تمیز کیے بغیر ایسا نتیجہ نکالا جسے دیانت دارانہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ دین دار حلقوں نے اس پر ردِ عمل کا اظہار کیا، مگر یہ ردِ عمل

زبانی تھا جیسا کہ بالعموم ہوتا ہے۔ راقم کو بعض بزرگوں نے مشورہ دیا کہ مثبت انداز میں مسلم خواتین سے متعلق ایک مضمون لکھوں جو مذکورہ متنازعہ مضمون کا جواب بھی ہو۔ چنانچہ "صدر اسلام کی خواتین" کے عنوان سے ایک مضمون اسی رسالہ میں لکھا جو بحمداللہ مفید ثابت ہوا، مدیر محترم اور قارئین کی خواہش پر اس سلسلہ کے مزید چار مضامین لکھے گئے جو "تہذیب الاخلاق" کے مختلف شماروں میں شائع ہوئے اور اس سے ہند و پاک کے متعدد رسائل میں نقل کیے گئے۔ انھیں مضامین کو قدرے ترمیم و اضافہ کے بعد کتابچہ کی شکل دی گئی ہے۔

ان مضامین میں مناظرانہ یا معذرت خواہانہ اندازِ تحریر سے ہٹ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا گیا ہے جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ میں عورت کے صحیح مقام کو روشن کرتا ہے۔ فلسفیانہ گفتگو کے بجائے سیدھا سادا عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مقصد وہی ہے کہ مسلم خواتین کے اندر خدا ترسی کے ساتھ خود اعتمادی پیدا ہو اور مردوں کے اندر ان کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ ابھرے پھر اسلام کے سلسلہ میں عدم واقفیت کی بنیاد پر جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کا ازالہ ہو۔ اصلاً اس کتاب کے مخاطب وہی لوگ ہیں، اسلامی تعلیمات سے جن کی واقفیت واجبی سی ہے۔ جو لوگ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے خواہش مند ہیں ان کے لیے اُردو میں بھی قابلِ قدر ذخیرہ کتب موجود ہے۔

اس مسودہ کی کتابت ۸۳ء کے آخر میں ہوگئی تھی اور ایک ناشر اسے طبع کرنے کے لیے لے بھی گئے مگر جلد ہی انھوں نے خبر دی کہ مسودہ میز سے غائب ہوگیا ہے، ظاہر ہے کہ مولف "صبر جمیل" کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ کاتب کی اجرت بھی وصول نہ کر سکا۔ چونکہ "تہذیب الاخلاق" کے شماروں میں یہ مضامین موجود تھے اس لیے دوبارہ ان کو چھاپنے کی ہمت کر بیٹھا آخری مضمون کا اضافہ بعد میں کیا گیا۔ خدا کرے، یہ مضامین شرفِ قبولیت حاصل کریں اور اصلاح سماج کا ذریعہ بن جائیں۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز

محمد سعود عالم قاسمی

ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۵ رجمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

(۱)

صدرِ اسلام کی خواتین

ظہورِ اسلام سے پہلے دنیا بالعموم ظلم و جاہلیت، تشدد و انار کی، اخلاقی کمزوری اور بے یقینی کا شکار تھی۔ جزیرہ نمائے عرب ان حالات سے خاص طور پر متاثر تھا۔ انسانوں کا کوئی بھی طبقہ ان حادثات کے تھپیڑوں سے محفوظ نہ تھا اور صنفِ عورت تو بس یوں سمجھیے کہ پس کر رہ گئی تھی، نہ اس کی جان و مال محفوظ تھا اور نہ اس کی عزت و آبرو، نہ اسے کامل انسانی حقوق حاصل تھے اور نہ عزت و احترام کا اسے مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اسلام جب طلوع ہوا تو رفتہ رفتہ حالات بہتر ہو گئے، ظلم و جاہلیت کے بادل چھٹ گئے اور اس کی جگہ علم و انصاف نے لے لی، بداخلاقی اور بے یقینی کی مسموم فضا ختم ہو گئی اور اخلاق و اعتماد کی فضا بحال ہو گئی۔ نظامِ حیات کی تبدیلی کا اثر عورت پر بھی پڑا اور اس کے دن بھی پھر گئے۔ اسلام نے انسانیت کے نصفِ آخر کی حیثیت سے اس کا تعارف کرایا اور مقام و احترام کے لحاظ سے مردوں کا شریک و سہیم قرار دیا۔ اسلام نے اس کے چھینے ہوئے حقوق واپس دلائے اور وہ اسلام کے سائے میں آکر تعمیرِ انسانیت کا بنیادی پتھر تسلیم کی گئی، چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

"خدا کی قسم ہم ایامِ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے اُن کے بارے میں اپنے احکام نازل کیے اور ان کے لیے وہ حصہ مقرر کیا جو کچھ کہ مقرر کرنا تھا۔" [۱]

پھر اس نے ایک صالح معاشرہ کے قیام میں جو کردار ادا کیا وہ یقیناً رہتی دنیا کے لیے معیار اور نمونہ رہے گا۔ مگر جب مسلمان اسلام اور اسلامی تعلیمات سے دور ہوئے اور اسلامی

---

[۱] مسلم، کتاب الطلاق

معاشرہ پر زوال آیا تو عورت بھی اس کی زد میں آگئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ موجودہ مسلم معاشرہ میں عورت گویا دوسرے درجہ کی شہری بن گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیروں نے اسے موضوعِ سخن بنالیا، اس کی آڑ میں اسلام کو نشانۂ ملامت بنانا شروع کر دیا اور مسلمان اس کی معذرت خواہانہ تاویل کرنے لگے۔ اس لیے صدرِ اسلام کی خواتین کے کچھ واقعات حدیث اور تاریخِ اسلام سے بیان کیے جاتے ہیں تاکہ اسلامی تعلیمات کی اہمیت کا اندازہ ہو، ہماری مسلم خواتین کے اندر ایسی صفات پیدا کرنے کا جذبہ جاگے اور ماضی کی بنیاد پر حال کی اصلاح کی جاسکے اور مستقبل کی عمارت بنائی جاسکے۔

عورت تعلیمی میدان میں

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ علم حاصل کرنا مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"[1] علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔

اس تعلیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدرِ اسلام میں مردوں کی طرح خواتین میں بھی علم حاصل کرنے کا بڑا ذوق و شوق پیدا ہو گیا۔ گو کہ حصولِ علم کے لیے مواقع مردوں کی طرح عورتوں کو حاصل نہ تھے تاہم وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں جن سے وہ اپنی تعلیمی ضروریات پوری کر سکیں اور دین میں سمجھ بوجھ پیدا کر سکیں، بلکہ بعض اوقات وہ مواقع نہ ملنے کی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت بھی کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے عرض کیا۔

> "یارسول اللہ صلعم! یہ مرد حضرات تو ہم سے آگے بڑھ گئے، آپؐ ہمیں بھی اپنی طرف سے ایک دن متعین کر دیں تاکہ ہم آپؐ سے علمِ دین حاصل کریں۔" چنانچہ آپؐ نے وعدہ فرمالیا اور آپؐ کا یہ معمول ٹھہرا کہ آپؐ ایک دن ان سے ملاقات کرتے، ان کو تعلیم دیتے، نصیحت کرتے اور احکام دیتے۔"[2]

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب العلم [2] بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ

علم حاصل کرنے میں ان کو کوئی حجاب نہ ہوتا تھا اور نہ اس میں شرم کی کوئی بات ہی تھی، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں۔

"نعم النساء نساء الانصار لم یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین"[1]

بہترین عورتیں انصار کی عورتیں ہیں جن کو دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا رکاوٹ نہیں بنتی۔

چنانچہ وہ ضروریات زندگی کے سارے مسائل خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں یا خانگی معاملات سے بلا تکلف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلیتی تھیں۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت

صدر اسلام کی خواتین میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ اسلام پر پورے طور پر عمل کرتی تھیں، مشکلات اور رکاوٹیں ان کو اس سے ہٹا نہیں سکتی تھیں، وہ اپنے معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کو فیصل مانتی تھیں، ان کی ناراضگی مول لینا کبھی گوارا نہیں کرتی تھیں اور اپنے مسائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاکر شرعی فیصلہ حاصل کرتی تھیں۔ قرآن کریم کی سورۂ مجادلہ" کی شان نزول ہی یہ ہے کہ "خولہ بنت ثعلبہ" اپنے شوہر اوس بن صامت کا معاملہ آں حضورؐ کی عدالت میں لے کر آئی تھیں، وہ اپنا قصہ اس طرح بیان کرتی ہیں۔

"میں اوس کی زوجیت میں تھی اور وہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے ان کے اخلاق متاثر ہو گئے تھے۔ ایک دن وہ میرے پاس تقاضائے طبعی کی تکمیل کے لئے آئے تو میں نے کسی کام کی وجہ سے ان کو ٹال دیا اس پر وہ خفا ہو گئے اور غصہ میں بولے تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو[2]، پھر وہ گھر سے باہر نکل گئے اور تھوڑی دیر کو لوگوں کے ساتھ جا بیٹھے، پھر میرے

---

[1] بخاری، کتاب العلم

[2] عرب میں ایک رواج تھا کہ جب میاں بیوی میں نااتفاقی ہوتی تو بعض اوقات شوہر غصہ میں کہہ دیتا (تو بہ منزلہ ماں)

پاس آئے اور مجھ کو وظیفۂ زوجیت ادا کرنے پر اکسانے لگے، میں نے کہا خدا کی قسم! آپ ہرگز میرے پاس نہ آئیں حالانکہ آپ ابھی یہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کا ہمارے بارے میں فیصلہ نہ ہو جائے، تب وہ جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ پر جھپٹے اور میں نے ان کو پرے ہٹا دیا کیوں کہ میں ان کے مقابلے میں جوان تھی، خولہ کہتی ہیں کہ میں پھر گھر سے نکلی اور سیدھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، میں آپؐ کے سامنے بیٹھی اور وہ سارا ماجرا سنا دیا جو ہمارے ساتھ پیش آیا تھا۔"

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ان کی شکایت یہ تھی

"یا رسول اللہؐ! اکل مالی وافنی شبابی ونثرت له بطنی حتی اذا کبرت سنی وانقطع ولدی ظاهر منی اللّٰھم انی اشکو الیك"

اے اللہ کے رسولؐ! اوس نے میرا مال کھا لیا، میری جوانی اس کی نذر ہو گئی، میرا پیٹ اس کی اولاد کی تخلیق گاہ بن گیا، جب میں عمر رسیدہ ہونے کو آئی اور میرے بچے مجھ سے الگ ہو گئے تو مجھ سے ظہار کر لیا، اے اللہ میں تجھ سے گلہ کرتی ہوں۔

یہ سن کر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خولہ! تمہارا شوہر بوڑھا ہے تم اس کے حق میں اللہ سے ڈرو، وہ کہتی ہیں کہ پھر اللہ نے میرے بارے میں یہ سورۃ نازل کی۔

"قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) "انت علی کظہر امی" تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ تجھ سے مباشرت کرنا میرے لیے ایسا ہے جیسے میں اپنی ماں سے مباشرت کروں، اس کو ظہار کہتے ہیں اور یہ بھی طلاق کی ایک شکل تھی بلکہ طلاق سے بھی زیادہ غلیظ تھی۔ اسلام نے جاہلیت کے اس رواج کو ختم کر دیا جس کی رو سے میاں بیوی کا ازدواجی تعلق ختم ہو جاتا تھا اور بیوی ظہار کرنے والے شوہر کے لیے ماں کی طرح حرام ہو جاتی تھی، البتہ اس کے لیے کفارہ مقرر کر دیا کہ ظہار کرنے والا بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یا ایک مومن غلام کو غلامی سے آزاد کرائے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے، جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری) جزو ۲۸، صفحہ ۲

تحاورکما ان اللہ سمیع علیم۔ (المجادلۃ-۱)

اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو شوہر کے بارے میں آپ سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے، اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔[1]

حق گوئی اور بے باکی

صدر اسلام کی خواتین میں حق گوئی اور بے باکی قابل تعریف حد تک پائی جاتی تھی، اسلام نے ان کو اتنا جری بنا دیا تھا کہ وہ اس معاملہ میں کبھی کوئی مداہنت اختیار نہیں کرتی تھیں۔

ایک بار خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رض خطاب فرمارہے تھے، حاضرین میں مرد و عورت سبھی شامل تھے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا، تم لوگ عورتوں کے مہر زیادہ رکھتے ہو جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرتے تھے زیادہ مہر مقرر کرنا ثواب کا کام ہوتا تو وہ ضرور ایسا کرتے۔ جب حضرت عمر رض خطبہ سے فارغ ہوئے تو قریش کی ایک عورت نے اعتراض کیا اور کہا اے امیر المومنین کیا آپ نے لوگوں کو اپنی بیویوں کا مہر چار سو درہم سے زیادہ رکھنے سے منع کر دیا ہے، عمر رض نے کہا ہاں۔ تو عورت نے پوچھا کیا اللہ نے اس سلسلہ میں جو کچھ نازل کیا ہے وہ آپ نے نہیں سنا؟ عمر رض نے پوچھا وہ کیا؟ تو خاتون نے یہ آیت پڑھی

وَ آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا (النساء-۲۰)

اور خواہ تم نے ان عورتوں میں کسی کو ڈھیر سا مال بھی دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ نہ لو

یہ سن کر عمر رض بولے سب لوگ عمر رض سے زیادہ فقیہ ہیں اور پھر منبر پر چڑھے اور لوگوں کو مخاطب کرکے کہا لوگو! میں نے تم کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب جس کا جتنا جی چاہے مہر مقرر کرے۔[2]

اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رض کے اجتہاد کو ایک خاتون نے چیلنج کر دیا اور حضرت عمر رض کو اپنی غلطی تسلیم کرنا پڑی۔ اس میں ایک طرف تو اس زمانہ کی خاتون کا علم نظر آتا ہے اور دوسری طرف ان کی جرأت کا ثبوت ملتا ہے کہ انھوں نے کہنے والے کا خیال

---

[1] تفسیر ابن کثیر، سورۃ المجادلۃ ۴/۳۱۹، مکتبہ مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۶ھ [2] ایضاً ۱/۳۶۹

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھا، لیکن خود حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ عموماً پانچ سو درہم تھا اور یہی راجح ہے (مسلم، کتاب النکاح)

کیے بغیر اور مقرر موصوف کی عرفی اور سماجی پوزیشن کی رعایت کیے بغیر غلط بات کی اصلاح کی۔

یہی امیر المومنین رض کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں انھیں ایک بوڑھی خاتون ملیں آپ نے ان کو سلام کیا تو سلام کا جواب دینے کے بعد وہ بولیں! اے عمر رض ایک وقت تھا جب میں نے تجھے بازار عکاظ میں دیکھا تھا اس وقت تم عمیر کہے جاتے تھے، ڈنڈا ہاتھ میں لے کر بکریاں چراتے رہتے تھے، پھر زیادہ مدت نہیں گذری کہ تم عمر کہلانے لگے، اور اب یہ وقت آیا کہ تم امیر المومنین کہے جاتے ہو، دیکھو رعیت کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ کی وعید سے جو ڈرتا ہے اس کے لیے دور کا آدمی بھی قریبی رشتہ داروں کی طرح ہوتا ہے اور جو موت سے ڈرتا ہے اس کے حق میں اندیشہ ہے کہ وہ اسی چیز کو کھودے گا جسے وہ بچانا چاہتا ہے۔ جارود عبدی جو اس وقت حضرت عمر رض کے ساتھ تھے اتنا سن کر بولے، اے عورت تو نے امیر المومنین رض کے ساتھ بہت زبان درازی کی۔ حضرت عمر رض نے کہا انھیں کہنے دو تم نہیں جانتے یہ کون ہیں؟ ان کی بات تو سات آسمان کے اوپر سنی گئی، عمر رض کو تو بدرجۂ اولیٰ سننی چاہیے۔ یہ خاتون خولہ بنتِ ثعلبہ رض تھیں [1]

عورت میدانِ عمل میں

ابتدائے اسلام کی خواتین ضروریاتِ زندگی کے لیے جدوجہد بھی کرتی تھیں، گھر کی دیکھ بھال کے ساتھ باہر کے ضروری کام بھی کر لیا کرتی تھیں، گویا ذریعۂ معاش کی فراہمی میں وہ مردوں کا تعاون بھی کیا کرتی تھیں۔

حضرت سہل بن سعد رض ایک خاتون کا ذکر کرتے ہیں جن کی اپنی کھیتی باڑی تھی اور وہ پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں، جمعہ کے دن سہل بن سعد رض اور دیگر صحابہ رض ان سے ملنے کے لیے جایا کرتے تو وہ چقندر اور آٹے سے تیار کیا ہوا حلوا ان حضرات کو پیش کرتیں [2]

اسی طرح حضرت اسماء رض بنتِ ابی بکر رض کہتی ہیں کہ زبیر رض سے میرا نکاح ہو چکا تھا

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (خولہ بنتِ مالک ثعلبہ) [2] بخاری، کتاب الجمعہ

مگر پانی لانے والے اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا ان کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ خادم وغیرہ۔ میں خود ہی ان کے گھوڑے کو چارہ دیتی، پانی پلاتی اور ان کا ڈول بھرتی، مجھے ہی آٹا گوندھنا پڑتا اور روٹی پکانا پڑتی۔ میں روٹی اچھی نہیں پکا سکتی تھی، پڑوس کی انصار عورتیں میرے لیے مخلص ثابت ہوئیں وہ میرے لیے روٹی پکا دیا کرتیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میل کے فاصلہ پر زبیرؓ کو ایک زمین فائدہ اٹھانے کے لیے دے رکھی تھی، میں وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی، ایک دن میں اپنے سر پر گٹھلیوں کی ٹوکری لیے آرہی تھی کہ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، آپؐ نے مجھے بلایا تاکہ اپنی سواری کے پیچھے بٹھالیں (آنحضورؐ اسماءؓ کے بہنوئی تھے) لیکن چونکہ بعض انصار بھی آپؐ کے ساتھ تھے اس لیے مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی اور زبیرؓ کی غیرت بھی یاد آگئی جو اس کو ہرگز پسند نہیں کرتے، چنانچہ میں پس و پیش کرنے لگی۔ حضورؐ صورتِ حال سمجھ گئے اور آگے بڑھ گئے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی زینب کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تصدقن یا معشر النساء ولو من حلیکن" اے گروہ خواتین صدقہ کرو، اگرچہ اپنے زیور ہی میں سے دو۔ تو میں اپنے گھر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلی، راستہ میں ایک انصار عورت ملی، اس کی ضرورت بھی میری جیسی تھی۔ ہم دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچے، حضورؐ کی شخصیت بڑی بارعب تھی، بلال ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم نے پوچھا کہ رسولِ خداؐ کہاں ہیں، ان کو اطلاع کردو کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی آپؐ سے یہ معلوم کر رہی ہیں کہ اگر ہم اپنے شوہر اور زیرِ کفالت یتیم بچوں پر خرچ کریں تو ادا ہو جائے گا اور آپؐ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ بلالؓ اندر گئے اور آپؐ کو خبر دی آپؐ نے پوچھا وہ کون ہیں تو بلالؓ نے بتادیا کہ ایک انصاری خاتون اور دوسری زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعودؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے لیے دو اجر ہے ایک اجر رشتہ کا دوسرا اجر صدقہ کا۔[2]

---

[1] بخاری، کتاب النکاح [2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ملازینب بنت معاویہ) ۴/۳۱۹
(نوٹ) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شوہر کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اُن کے نزدیک یہاں نفلی صدقہ مراد ہے، ہدایہ ۱/۱۰۶

مجاہدین کی تربیت

صدر اسلام کی خواتین میں جو بہادری اور دلیری اسلام کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھی اس سے غزوات اور جنگوں میں اسلام کو بڑا فائدہ پہنچا، وہ مردوں کی حوصلہ افزائی کرتیں اور ان کو اسلام کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے پر آمادہ کرتیں

حضرت خنساءؓ جو مشہور شاعرہ تھیں، جنگِ قادسیہ میں اپنے چار نوجوان بیٹوں کے ساتھ شریک ہوئیں اور جنگ سے پہلے ان چاروں کو جمع کر کے اس طرح نصیحت کی۔

"میرے بیٹو! تم نے خوشی سے اسلام قبول کیا ہے اور اپنی مرضی سے ہجرت کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے، جس طرح تمھاری ماں ایک ہے تمھارا باپ بھی ایک ہے۔ تمھاری ماں نے تمھارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی اور نہ تمھارے ناںہال کو رسوا کیا، تمھیں معلوم ہے کہ خدا نے کفار سے جہاد کے بدلہ میں کس قدر ثواب عطا کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اس فانی دنیا سے آخرت بہتر ہے کیوں کہ اللہ کا فرمان ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران، ۲۰۰) "اے ایمان والو ثابت قدم رہو اور ثابت قدم رہنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو، حق کی راہ میں جمے رہو اور اللہ سے ڈرو، شاید تم کامیاب ہو۔" اگر تم صبح تک سلامت رہے تو اللہ سے مدد مانگتے ہوئے دشمنوں کے مقابلے پر نکل جاؤ، جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو تم اس کی بھٹی میں کود پڑو جب دشمنوں کا لشکر بے جگری سے لڑ رہا ہو تو تم اس کے سردار پر حملہ کرو۔"

ماں کی ولولہ انگیز تقریر سنی اور چاروں نوجوان اشعار پڑھتے ہوئے رن میں آنکلے، جب مسلمانوں نے میدان جیت لیا تو چاروں نوجوان شہیدوں کی مبارک لاشیں ناظرین سے خراجِ شجاعت وصول کر رہی تھیں۔ نوجوان بیٹوں کی اجتماعی شہادت دیکھ کر حضرت خنساءؓ کا کلیجہ نہیں پھٹا، ان کی آنکھوں نے آنسو نہیں بہائے بلکہ انھوں نے اس پر فخر کیا کہ وہ چار

شہدائے اسلام کی ماں ہیں، ان کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ حالاں کہ اسی خنساءؓ نے اسلام سے پہلے اپنے بھائی کی وفات پر انتہائی دردناک مرثیہ کہا تھا اور اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

الا یا صخر لا انساک حتی — فارق مھجتی ویشق رمسی

یذکرنی طلوع الشمس صخرا — وابکیہ لکل غروب شمس

ولولا کثرۃ الباکین حولی — علی اخوانہم لقتلت نفسی[1]

"اے صخر تا دمِ حیات تجھے نہیں بھول سکتی، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مجھے صخر کی یاد ستاتی ہے اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو مجھے رلا جاتا ہے اور اگر میرے گرد اپنے بھائیوں پر رونے والوں کی کثیر تعداد نہ ہوتی تو ضرور میں خودکشی کر لیتی۔"

اسلام کا دفاع

مجاہدین کی ہمت افزائی، خدمت اور تربیت کے ساتھ اس دور کی خواتین اسلام کی حفاظت اور دفاع میں حسبِ ضرورت خود بھی حصہ لیتی تھیں اور دشمنوں کا مقابلہ کرتی تھیں، امِّ عمارہ رضؓ ایک صحابیہ ہیں جنھوں نے جنگِ احد میں غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا اس واقعہ کے متعلق جب ام سعد بنتِ سعد بن ربیع نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ

"میں صبح سویرے مجاہدین کی خدمت کے لیے محاذِ جنگ پر پہنچ گئی تھی میں صورتِ حال کا جائزہ لے رہی تھی، میرے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی اس وقت آپؐ صحابہ رضؓ کے درمیان تھے۔ ابتدا میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل تھا بعد میں وہ شکست کھا گئے میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ کر آپؐ کے دفاع میں تلوار اور تیر چلانے لگی، یہاں تک کہ دشمن کی ضرب مجھ پر آپڑی" ام سعد کہتی ہیں کہ میں نے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۲۰۸

ان کے کندھے پر بہت ہی گہرے زخم کا نشان دیکھا اور پوچھا اتنا سخت حملہ کس نے کیا تھا؟ انھوں نے جواب دیا ابن قمیئہ نے۔ اللہ اسے غارت کرے، جب مسلمان شکست کھا کر حضورؐ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ پکارتا ہوا آیا بتاؤ محمدؐ کہاں ہے۔ اگر آج وہ بچ گیا تو میری نجات نہیں، یہ سن کر میں، مصعب بن عمیرؓ اور چند دوسرے اصحابؓ نے جو آپؐ کے ساتھ جمے ہوئے تھے اس کا سامنا کیا، اس مقابلہ میں اس نے مجھ پر وار کیا جس کا نشان تم دیکھ رہی ہو، میں نے بھی تلوار سے کئی حملے کیے مگر دشمنِ خدا دو دو زرہیں پہنے ہوئے تھا"۔ [۱]

حضرت صفیہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی بہن تھیں، جنگِ احد میں بھی شریک ہوئی تھیں، جب مسلمان کفار کے عقبی حملہ سے گھبرا کر بھاگنے لگے تو وہ برچھا ان کے منہ پر مار کر میدانِ جنگ میں واپس کرتیں، جنگِ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عورتوں کو ایک قلعہ میں بند کر دیا تھا اور حسان بن ثابتؓ کو اس کا محافظ مقرر کر دیا تھا، یہود موقع کی تاک میں تھے جب دیکھا کہ مسلمان مدینہ کے سامنے کی طرف خندق کے قریب دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں تو انھوں نے عقبی حصہ سے اس قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لیے پہلے ایک شخص کو قلعہ پر بھیجا، حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھ لیا اور حسانؓ سے کہا، اچھا موقع ہے باہر نکل کر اسے ختم کر دو، مگر وہ کمزور دل تھے ایسا نہ کر سکے تو حضرت صفیہؓ نے خود خیمہ کا ایک کھونٹا اکھاڑا اور یہودی کو اس سے قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر کے حضرت حسانؓ سے کہا اس سر کو قلعہ کے نیچے یہودیوں کے بیچ پھینک دو، مگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، چناں چہ حضرت صفیہ نے خود اسے دیوار کی اوٹ سے یہودیوں کے مجمع میں پھینک دیا جس سے ان میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا اور حملہ کا ارادہ ترک کر کے یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ محمدؐ خواتین کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے، ضرور ان کے ساتھ مرد ہیں۔ [۲]

---

[۱] عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۳/۸۱۲ [۲] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۳۴۸

عزیمت اور شہادت

اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں مسلمانوں کی تلوار نہیں ان کا کردار، خلوص، قربانی اور ان کی استقامت اور عزیمت کارفرما رہی ہے۔ جب اسلام کی دعوت بطن مکہ سے طلوع ہوئی تو مشرکین نے اسے اپنے مفادات اور آبائی مذہب کے خلاف ایک چیلنج باور کیا اور اس پر روک لگانے کے لیے مسلمانوں پر سنگین قسم کے مظالم ڈھائے۔ مگر اسلام کے شیدائیوں نے بھی جس تحمل اور استقلال کا مظاہرہ کیا وہ شاید انہی کا حصہ تھا۔ یہ قربانیاں صرف مردوں نے نہیں دیں بلکہ پاک نفوس خواتین نے بھی دیں۔ انہی خواتین میں ایک پاکیزہ نام حضرت سمیہؓ بنت خیاط کا ہے۔ جب اسلام کی دعوت ان تک پہنچی تو انھوں نے آگے بڑھ کر اسے قبول کیا اور نتیجہ میں ان مصائب کو جھیلنے پر آمادہ ہوگئیں جو اس راہ میں ناگزیر تھے۔ کفارِ مکہ ان کو چلچلاتی دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر لوہے کی زرہیں پہنا کر ناقابلِ برداشت اذیت دیتے تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں، مگر وہ سب کچھ اسلام کے لیے برداشت کرتی رہتیں ایک رات ایسا ہوا کہ ابوجہل نے ان کو فحش قسم کی گالیاں دیں اور اس زور کا نیزہ مارا جو ان کی ناف پر لگا اور اسی ضرب میں وہ شہید ہوگئیں۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلی شہادت تھی جو ایک خاتون کے مقدر میں تھی۔[1]

---

۱ الاصابہ فی تمییز الصحابہ، (سمیہ بنت خیاط) ۴/۳۳۴

(۲)

اسلامی انقلاب اور مسلم خواتین

اسلام کی حفاظت اور اشاعت بظاہر ان قربانیوں اور عزیمتوں کی رہینِ منت ہے جو مومنوں نے اس راہ میں دی ہیں۔ اسلام کے اس تناور درخت کی آبیاری ان پاک نفوس مسلمانوں کے خون دل و جگر سے ہوئی ہے جنھوں نے اللہ کی خوشنودی کے لیے جان، مال، عزت اور مرتبہ سب کچھ کا سودا کرلیا، اس میں مرد و عورت دونوں برابر کے شریک ہیں۔ اسلامی تاریخ کا وہ باب کبھی کچھ کم تابناک نہیں ہے جو عورتوں کی خدمات اور جد و جہد پر مبنی ہے۔

پہلی مسلمان عورت

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا شرف ایک عورت ہی کو عطا کیا، محدثین اور مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ کی دعوت کو سب سے پہلے جس شخصیت نے قبول کیا وہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شریکِ حیات تھیں اور سب سے پہلے وصال کرگئیں۔ ان کے وصال کا آنحضورؐ پر غیر معمولی اثر تھا، جس سال ان کا وصال ہوا آپؐ نے "عام الحزن" غم کا سال کہا اور آپؐ کا یہ غم محض اس وجہ سے نہ تھا کہ آپؐ کی زوجہ مطہرہ وفات پاگئی تھیں بلکہ ایک ایسی رفیقۂ زندگی کے جدا ہونے کا ملال تھا جو آپؐ کی ہم راز، دم ساز، غم خوار، مخلص و ہمدرد اور مشیرکار تھیں اور عملاً آپؐ کا دکھ درد بانٹنے والی خاتون تھیں وہ آپؐ کی ہمت بڑھاتیں اور آپؐ کے کاموں میں مدد دیتیں۔ بخاری شریف کے شروع ہی میں کیفیت وحی سے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ جب غارِ حرا میں آں جنابؐ پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپؐ پریشان اور گھبرائے ہوئے خدیجہؓ کے پاس آئے اور فرمایا۔

"زملونی زملونی لقد خشیت علی نفسی"

مجھے چادر اڑھاؤ میری جان کو خطرہ لاحق ہے۔

تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی ڈھارس بندھائی اور عرض کیا۔

"کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق"[۱]

ہرگز نہیں خدا کی قسم اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، ضرورت مندوں کے کام آتے ہیں اور مشکلات و پریشانیوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنجناب نے حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی منقبت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "وہ اُس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا۔ انھوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب لوگوں نے مجھے محروم کر دیا"[۲]

جب رسولِ اکرمؐ کو حق کی خاطر کئی سالوں کے لیے ابی طالب گھاٹی میں بند ہونا پڑا تو آپؐ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ بھی قید تھیں جب کہ کفارِ مکہ نے آپؐ کا دانا پانی سب کچھ بند کر رکھا تھا اور آپؐ تن بتقدیر سوکھے چمڑے اور درختوں کی پتیوں پر گذارہ کرتے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔

اسلام کی دعوت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو غالب کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے اصولاً وہ ایک دعوتی دین ہے۔ اس دین کو جو بھی قبول کرے وہ اس کا پابند ہے کہ دوسروں کو بھی اسی دین کی دعوت دے، ابتداءِ اسلام میں ہمارے زمانہ کی طرح مسلمانوں میں کوئی مخصوص جماعت نہ تھی جو دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی اور باقی مسلمان اپنے ذاتی فرائض اور مسائل سے سروکار رکھتے بلکہ ہر شخص داعی تھا اور حسبِ توفیق ہر کوئی دین کی دعوت اور اشاعت میں حصہ لیتا تھا، اس میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی، دعوتِ دین کی راہ میں

[۱] بخاری، کیف کان بدء الوحی [۲] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۲۹۳

عورتوں نے جو خدمات انجام دیں اگر ان سے صرفِ نظر کرلیا جائے تو اسلام کی تاریخ آدھی رہ جائے گی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے قبولِ اسلام کا محرک ان کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب ہی بنی تھیں، امّ سلیم رضؓ نے ابو طلحہ رضؓ سے شادی اسی شرط پر کی تھی کہ پہلے وہ اسلام قبول کریں گے۔ عکرمہؓ بن ابو جہل ام حکیم رضؓ کے سمجھانے پر ہی مسلمان ہوئے تھے۔ قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت ام شریکؓ نے دی تھی۔ اسی طرح عورتوں نے اشاعتِ اسلام کے پہلو بہ پہلو سماجی زندگی کی اصلاح و تربیت میں بھی اہم رول ادا کیا۔ اوہام و خرافات، غلط رسوم اور مفسد تصورات و اعمال کی تطہیر میں ان کا بڑا حصہ نظر آتا ہے اور عہدِ نبویؐ کے اسلامی نظام خاندان کے استحکام میں ان کا کردار مردوں سے ہرگز کم نہیں ہے۔

اسلام کے لیے ہجرت

جب اسلام کی دعوت مکہ میں زور پکڑ رہی تھی تو کفار اور مشرکین پر ہذیان سا طاری تھا وہ اس دعوت کو کچلنے اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر ممکن ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے، ان کی مسلسل ایذا رسانیوں اور ظلم و بربریت سے عاجز آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور مسلمان اولاً حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ جن لوگوں نے اسلام کی خاطر ترکِ وطن کیا تھا ان میں خواتین کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔ ان میں حضرت شفا بنتِ عبداللہ رضؓ، سودہ بنتِ زمعہ رضؓ، عائشہ صدیقہ رضؓ، اسما بنتِ ابی بکر رضؓ، حفصہ بنتِ عمر رضؓ، زینب بنتِ خزیمہ رضؓ، ام سلیم رضؓ، ام حبیبہ رضؓ، صفیہ بنت عبدالمطلب رضؓ، ام ایمن رضؓ، فاطمہ بنت اسد رضؓ، ام فضل رضؓ، ام ہارون رضؓ، فاطمہ بنتِ خطاب رضؓ، اسماء بنتِ عمیس رضؓ، فاطمہ بنتِ قیس رضؓ، ام کلثوم رضؓ، حمنہ بنتِ جحش رضؓ، فاطمہ رضؓ بنتِ رسول صلعم، ام سلمہ رضؓ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضؓ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ ان دونوں میں حد درجہ محبت تھی، ابو سلمہ رضؓ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میں مر جاؤں تو ام سلمہ رضؓ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا کرنا۔ یہ دونوں لندن

وشوہر ہجرت حبشہ میں بھی شریک تھے اور ہجرت مدینہ میں بھی۔ حضرت ام سلمہ رضؓ ہجرت مدینہ کی روداد سفر بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

جب ابوسلمہ رضؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان سفر لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہؓ کو اس پر سوار کیا اور خود نکیل ہاتھ میں لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے ہم لوگوں کو میرے میکہ کے لوگ بنومغیرہ نے دیکھ لیا تو ابوسلمہ رضؓ سے کہا تم اپنی جان کی حد تک آزاد ہو مگر ہم اپنی بیٹی کو شہر در شہر پھرنے کے لیے تمھارے ساتھ نہیں جانے دیں گے، یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابوسلمہ رضؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور زبردستی مجھے واپس لے آئے۔ میرے سسرال کے لوگ بنوعبدالاسد کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو میرے میکہ والوں سے لڑنے لگے کہ تم صرف اپنی لڑکی کو روک سکتے ہو ہم اپنے بچہ سلمہ کو تمھارے پاس کیوں چھوڑیں؟ جب کہ تم نے اپنی لڑکی ہمارے بیٹے کے پاس نہیں چھوڑی۔ یہ کہہ کر میرے بیٹے سلمہ کو مجھ سے چھین کر لے گئے۔ اب میں، بیٹا اور شوہر تینوں جدا ہو چکے تھے، شوہر مدینہ چلے گئے، میں میکہ میں تھی اور بیٹا اپنے دادھیال میں۔ میں مارے غم کے روزانہ میدان میں نکل جاتی اور شام تک بچّہ اور شوہر کے فراق میں روتی رہتی، روتے روتے ایک سال گذر گیا۔ ایک دن میرے ایک چچا زاد بھائی نے میرے حال پر رحم کھا کر اپنے عزیزوں سے کہا کہ اس غریب کو چھوڑ دو کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے، چنانچہ مجھے مدینہ جانے کی اجازت مل گئی، یہ دیکھ کر بنوعبدالاسد نے بھی لڑکا مجھے واپس کر دیا اور میں بچہ کو لے کر اونٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ کی طرف چل پڑی، اس سال میں نے جتنی مصیبت اور اذیت برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو[1]۔

علم دین کی اشاعت

مدرسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت پائے ہوئے اور آں جنابؐ کے صحبت یافتہ حضرات میں صحابہ کرام رضؓ کے ساتھ صحابیاتؓ کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی، ان

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۴۵۸، اسدالغابۃ ۵/۵۸۸

دونوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب علم وفضل کیا تھا اس لیے دین کی ضروری تعلیم کی اشاعت میں دونوں برابر کے شریک وسہیم رہے اور اپنے اپنے دائرہ میں دونوں ہی نے گراں قدر خدمات انجام دیں، بلکہ بعض صحابیات تو اس معاملہ میں بہت ہی آگے نظر آتی ہیں، صحابیات رضؓ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام بہت مشہور ہے۔ آپ کا شمار ان راویوں میں ہوتا ہے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت حدیث کی روایت کی ہے۔ آپ سے علم حاصل کرنے صرف عورتیں ہی نہیں آتیں بلکہ مرد بھی آتے تھے، آپ کی روایت کردہ احادیث دو ہزار سے زائد ہیں[1]۔ حدیث رسول ﷺ کی اشاعت میں حضرت عائشہ رضؓ کے بعد حضرت ام سلمہ رضؓ کا نام آتا ہے، وہ بھی بڑی خوبیوں کی مالک تھیں، ان سے بھی مرد وعورت دونوں اکتساب علم کرتے تھے، ان کی روایت کردہ احادیث تین سو سے زائد ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کی طرح اللہ نے ان کو بھی فہم و فراست سے نوازا تھا۔ جویریہؓ، ام حبیبہ رضؓ، میمونہ رضؓ، ام عطیہ رضؓ، اسماء رضؓ، ام ہانی رضؓ، فاطمہ بنت قیس رضؓ وغیرہا سے بھی بہت سی روایات مروی ہیں، صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ کی بڑی تعداد نے ان خواتین حضرات سے دین کا علم حاصل کیا تھا۔ امام احمد ابن حنبلؒ نے مسند کی چھٹی جلد میں ان خواتینؓ کی روایات کو جمع کر دیا ہے۔

عمرہ بنت عبدالرحمنؒ کا شمار ان صحابیاتؓ میں ہوتا ہے جو حضرت عائشہؓ کی مرویات کی مردوں سے زیادہ عالم تھیں، محمد بن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحؒ نے مجھ سے کہا "ما بقی احد اعلم بحدیث عائشۃ یعنی عمرۃ" عمرہ بنت عبدالرحمان سے زیادہ حدیث عائشہ رضؓ کا عالم کوئی نہیں بچا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ ان کے علم و فضل ہی کی بنا پر مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ نے مدینہ کے گورنر ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا۔

"انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او سنۃ ماضیۃ او حدیث عمرۃ بنت عبد الرحمن فاکتبہ فانی قد خفت دروس العلم وذھاب العلماء"[2]

---

[1] حضرت عائشہ رضؓ نے بہت سے صحابہؓ کی غلط فہمیوں کی اصلاح بھی کی ہے۔ امام بدرالدین زرکشیؒ نے "الاجابۃ لایراد ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ" میں اور امام سیوطیؒ نے "عین الاصابۃ فیما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ" میں اس طرح کی تمام روایات کو یکجا کر دیا ہے۔ [2] طبقات ابن سعد ۲/۳۸۷

دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یا سنت ماضیہ (صحابہ رض کا مستقل عمل) یا عمرۃ بنت عبدالرحمان کی روایت میں جو کچھ مل جائے اسے لکھ لو کیوں کہ مجھے علم کے ختم ہونے اور علماء کے اٹھ جانے کا خوف ہے۔

شفا بنت عبداللہ کا شمار ممتاز دانشور خواتین میں ہوتا ہے، ان کے متعلق سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ " کانت من عقلا النساء وفضلائھن[1] " وہ فاضل و دانشور خواتین میں سے تھیں، وہ ان عالموں میں سے ایک تھیں جو فن کتابت سے واقف تھے جب کہ اس زمانے میں محض گنتی کے لوگ اس فن سے آشنا تھے، ان کے علم و فہم اور دانش مندی ہی کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے اور قیام کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا " علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابۃ[2] " حفصہ رض کو چونٹی کے کاٹنے کا تعویذ سکھا دو جس طرح تم نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔ یہ ان کی دانشوری تھی کہ حضرت عمر رض ان کو مشورہ میں مقدم رکھتے تھے اور ان کی تنظیم و تکریم کرتے تھے، بلکہ بسا اوقات بازار کے نرخ اور خرید و فروخت کے امور کی نگرانی بھی ان کو سونپ دیتے تھے[3]

انفاق فی سبیل اللہ

ان عورتوں میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا جذبہ بھی انتہائی عظیم تھا۔ جب بھی اسلام کے فروغ کے لیے مال خرچ کرنے کا مطالبہ ہوا ان خواتین نے بے دریغ مال خرچ کیا، یہاں تک کہ بعض مواقع پر اپنے زیورات نکال کر راہ خدا میں ڈال دیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رض روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر منبر سے اترے اور عورتوں کے پاس تشریف لائے

---

[1] طبقات ابن سعد ۲/۳۸۷

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۳۴۱ [3] ایضاً

اور ان کو نصیحت کی، آں جنابؐ اس وقت حضرت بلال رضؓ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے تھے اور بلال رضؓ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں اپنے عطیات ڈال رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی روایت میں ہے کہ

فجعلت المرأۃ تلقی القرط والخاتم[1] عورتیں اپنی انگوٹھیاں اور بالیاں ڈال رہی تھیں۔

بخاری شریف میں یہ حدیث متعدد مواقع پر مختلف طریقوں سے آئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا کتنا بڑا جذبہ تھا اور کتنے خلوص سے وہ اپنے مال و زر لٹا کر روحانی سکون محسوس کرتی تھیں۔ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضؓ انفاق فی سبیل اللہ اور غربا پروری میں اس قدر معروف تھیں کہ ان کا لقب ''ام المساکین'' پڑ گیا تھا۔[2]

صبر واستقلال

صدرِ اسلام کی خواتین میں صبر و استقلال بھی اعلیٰ درجہ کا پایا جاتا تھا۔ رنج والم کی مہیب سے مہیب تر گھڑی بھی ان کے صبر و سکون کو پراگندہ نہ کر سکتی تھی۔ اس کا اندازہ کچھ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ بنی دینار کی ایک خاتون جن کے شوہر، بھائی اور باپ تینوں جنگِ احد میں شہید ہو گئے اور جب لوگوں نے ان کو عزیزوں کی شہادت کی اطلاع دی تو جیسے ان کے لیے یہ کوئی بات ہی نہ تھی اور پوچھنے لگیں یہ تو بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں؟ لوگوں نے کہا! اللہ کا شکر ہے تمھاری پسند کے مطابق وہ خیریت سے ہیں۔ تب انھوں نے کہا مجھے دکھاؤ تاکہ اطمینان نصیب ہو اور جب انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عقیدت و شوق کی زبان نے پکارا ''کل مصیبۃ بعدک جلل'' آپؐ کی خیریت کے بعد میرے لیے ساری مصیبت ہیچ ہے۔[3]

---

[1] بخاری کتاب السلم [2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴/۳۱۵

[3] عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۳/ ۸۸

حق کی خاطر مصیبت

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اسلام لانا گویا "شہادت گہہ الفت" میں قدم رکھنا ہے تو شاید آج کے حالات میں اس کی معنویت محسوس نہ ہو، مگر ابتدائے اسلام میں کلمۂ حق کا بلند کرنا واقعتہً مصیبتوں کو دعوت دینا تھا اور لوگ یہ فیصلہ کر کے ہی اسلام قبول کرتے تھے کہ وہ اس راہ میں آنے والی مشکلات و مصائب کا ثابت قدمی سے مقابلہ کریں گے، چنانچہ مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی مصیبت اٹھائی بلکہ بعض اوقات عورتوں نے جس عزیمت کا مظاہرہ کیا وہ مردوں کے لیے وجہ رشک ہے۔ مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کو جب اپنی بہن اور بہنوئی کے قبولِ اسلام کی اطلاع ملی تو غصہ سے بے قابو ہو کر ان کے گھر پہنچے، بہن، بہنوئی کو تلاوتِ قرآن میں مشغول دیکھ کر اور مشتعل ہو گئے، ان کو اتنا مارا کہ لہو لہان کر دیا مگر اللہ کی بندی نے حق کی خاطر سب کچھ سہہ لیا اور اسلام سے نہ پھریں۔

اسی طرح متعدد باندیوں کے بارے میں آتا ہے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ان کو بڑی اذیتیں دی گئیں مگر وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں بالآخر انھیں حضرت ابوبکر رضؓ نے خرید کر آزاد کیا۔

اور آلِ یاسر رضؓ کی شہادت تو گویا عظمتِ اسلام کی علامت ہے۔

سر خاکِ شہیداں برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملّتِ ما سازگار آمد

انہی حضرات کی قربانیاں اور عزیمتیں ہیں کہ اسلام پورے خطۂ ارضی پر پھیلا نظر آتا ہے اور مسلمان اپنی تاریخ پر فخر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی خدمات کے عوض میں ان سے جنّت اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم

مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَ
أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا
لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ
الثَّوَابِ (آل عمران ۔ ۱۹۵)

"تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کروں گا، تم سب ایک دوسرے سے ہو تو جنھوں نے ہجرت کی جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور جو میرے راستہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ان کے گناہوں کو معاف کردوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اللہ کی طرف سے ان کا بدلہ ہے اور اللہ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔"



(۳)

اسلام عورتوں کا محافظ ہے

اسلام کمزوروں کا محافظ اور مظلوموں کا ہمدرد ہے، وہ انسان اور انسان میں تفریق و امتیاز کا مخالف ہے۔ اس کی نظر میں انسانوں کا ہر گروہ اور ہر فرد بحیثیت انسان مساوی ہے۔ وہ انسانوں کے کسی گروہ یا فرد کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کا استحصال کرے اور اُن کے ساتھ ظلم و زیادتی اور ناانصافی کا معاملہ کرے۔

عورت اسلام کی نظر میں کمزور اور مظلوم ہے۔ عورت کی کمزوری اس کی طبعی ساخت اور نفسیاتی و جسمانی نظام کی فطری ہیئت میں مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مردوں کے تعاون اور دست گیری کی محتاج ہے، مگر بسا اوقات اس کی کمزوری کی رعایت کرنے کے بجائے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا جاتا جس کا مرد اپنے لیے مطالبہ کرتا ہے اور اسے گویا اپنا پیدائشی حق تصور کرتا ہے بلکہ کچھ لوگ اس کے ساتھ وہ برتاؤ بھی کر گذرتے ہیں جس سے انسانیت کی تذلیل اور آدمیت کی تحقیر ہوتی ہے۔

تاریخ کے طویل عرصہ میں عورت کم و بیش مظلوم ہی نظر آتی ہے، سماجی، تہذیبی اور مذہبی دائرے، ہر جگہ اس کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کر "روشن خیالی" اور "آزادی افکار" کے موجودہ دور میں بھی عورت بدسلوکی سے محفوظ نہیں۔ اپنی فطری حیثیت اور نسوانی حقوق سے وہ اب بھی محروم ہے، اس کا استحصال کل بھی ہوتا تھا آج بھی ہو رہا ہے، صرف نوعیت بدل گئی ہے، دستِ ہوس کا وہ کل بھی شکار تھی اور اب بھی ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے فرق اتنا ہے کہ کل اسے

اپنی مظلومیت کا احساس تھا اور آج یہ احساس بھی اس سے چھین لیا گیا ہے، مظلومین کی فہرست میں عورت زیادہ قابلِ رحم نظر آتی ہے۔ آزادی اور ترقی کے خوشنما نظریات نے اسے میدانِ حیات میں مردوں کا شریکِ کار بنا کر اس کی ذمہ داریوں میں اضافہ تو کر دیا ہے، مگر سچی ہمدردی، پاکیزہ محبت، حقیقی عزت اور مخلصانہ احترام اسے ہنوز حاصل نہیں ہے تہذیب جدید نے عورت کو نہاں خانہ سے اغوا کر لیا ہے اور اس حالت پر اسے مطمئن رکھنے کے لیے منافع و برکات اور مساوات کی فہرست اس کے سامنے رکھدی ہے مگر جب کبھی اس کے اندر کی عورت جاگتی ہے اور اسے اپنی مظلومیت کا احساس ہوتا ہے تو وہ اس بے قید آزادی اور مفاد پرستی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے اور مردوں سے یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ

"تم اپنے قوانین اور اخلاق میرے بدن سے دور رکھو"

آج کی عورت جس کرب میں مبتلا ہے اس کا اندازہ مذکورہ نعرہ سے لگایا جا سکتا ہے جو نیویارک کی خواتین نے ۱۹۰۵ء میں مظاہرہ کے دوران لگایا تھا۔ استحصال، ناانصافی اور مفاد پرستی کے طوفان میں اسلام ہی امید کا ساحل نظر آتا ہے جو اس صنفِ ناتواں کی حفاظت کر سکتا ہے اور حقیقی راحت عطا کر سکتا ہے۔

اسلام خواتین کا محافظ اور خیر خواہ ہے، اس نے اپنے احکام اور قوانین اور تعلیمات میں پوری رعایت کی ہے اور ان کو عزت اور احترام کا کامل حق دار بنایا ہے، اس نے مردوں کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ عورت کو اس کے حق سے محروم نہ کریں، اس کے ساتھ حسنِ سلوک اور اچھا برتاؤ کریں، ان کے حقوق و فرائض سے غافل نہ رہیں۔

عزت و آبرو کی حفاظت

دنیا کے کسی بھی مذہب اور تہذیب میں اس طرح کا کوئی ضابطہ اور قانون نہیں پایا جاتا کہ ایک خاتون کی پاکدامنی کو اگر کسی نے عیب دار بتایا اور اس کا ثبوت فراہم نہ کیا تو اس کو کیا سزا دی جائے۔ یہ اسلام ہے جس نے سب سے پہلے ایک ضابطہ بنا کر

عورت کی عزت وناموس کی حفاظت کا سلیقہ سکھایا۔ ارشادِ باری ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور۔۴-۵)

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں سوائے ان لوگوں کے جو اس حرکت کے بعد تائب ہو جائیں اور اصلاح کرلیں تو اللہ ان کے حق میں غفور رحیم ہے۔

سَو۱۰۰ کوڑے کی سزا اسلام نے زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے رکھی ہے کسی پاکدامن خاتون پر بے بنیاد الزام لگانا اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا بڑا جرم ارتکاب زنا ہے۔ اس جرم کا مرتکب اگر توبہ کرلے تب بھی یہ سزا دی جائے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اس کی گواہی بھی مردود ٹھہرے گی۔ عصرِ حاضر کی جمہوری حکومتیں اور حقوقِ انسانی کی عدالتیں آج بھی عورت کو یہ حق نہیں دے سکی ہیں کہ ان کے کردار کو اگر کسی نے بلا ثبوت کے مشکوک ٹھہرایا تو اس کو تقریباً وہی سزا ملنی چاہیئے جو سزا خود زانی کو دی جاتی ہے۔

کمزوری کی رعایت

حضرت ابوہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"استوصوا بالنساء خیرا فانہن خلقن من ضلع وان اعوج شئی فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء" [1]

عورتوں سے حسنِ سلوک کے معاملہ میں میری نصیحت قبول کرو کیوں کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کا کج ترحصہ اس کا اعلا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے

[1] بخاری کتاب النکاح

سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو برابر ویسی ہی رہے گی تو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔

اس علامتی حدیث میں عورت کی فطری کمزوریوں کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے مرد جس کا خیال نہیں کرتے اور جب کوئی ایسا ناخوشگوار مرحلہ آتا ہے تو فوراً قطع تعلق کر لیتے ہیں، حدیث کے مطابق یہ طلاق دینا اسے گویا توڑ دینا ہے۔ آنجنابؐ کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے بجائے ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا جائے اور نرمی و حکمت سے معاملات طے کیے جائیں نہ کہ ان کی کمزوریوں کو بنیاد بنا کر ترک تعلق کا فیصلہ کر لیا جائے۔ قرآن حکیم میں یہی تعلیم اس انداز میں دی گئی ہے۔

"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (النساء۔ ۱۹)

اور ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو اور اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اس آیت میں بڑے خوبصورت طریقہ سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اللہ نے عورتوں کو ذریعۂ خیر و برکت بنایا ہے اور یہ کہ تم اپنی پسند و ناپسند کو ہی حقیقتِ کل نہ سمجھ لو۔

تکلیف نہ دی جائے

بھلے طریقہ سے زندگی گذارنے کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اپنی بالادستی کا غلط استعمال نہ کرے، عورتوں پر دست ستم دراز نہ کرے اور اسے ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچانے سے پرہیز کرے۔ اللہ کا حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ (النساء۔ ۱۹)

اے ایمان والو تمھارے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن بیٹھو اور نہ یہ حلال ہے کہ انھیں تنگ کر کے ان کے مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو کچھ تم انھیں دے چکے ہو، الّا یہ کہ وہ کسی صریح بد چلنی کی مرتکب ہوں۔

اسی طرح جسمانی اذیت پہنچانے سے حدیث میں ممانعت کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لا یجلد احدکم امراته جلد العبد ثم یجامعها فی آخر الیوم" [1]

تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے، پھر دن کے آخری حصہ میں اس سے مباشرت کرے۔

یعنی جس بیوی سے وہ رات کو مباشرت کرتا ہے اور جو اس کے لیے وجہِ سکون و راحت ہے اسے نوکروں کی طرح مارنا نہ صرف عورت کی عزت و وقار اور وجاہت کے منافی ہے بلکہ خود مردوں کی شرافت اور وجاہت سے گری ہوئی بات ہے۔ منکوحہ بیویوں کو تکلیف دینا تو بڑی چیز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں اور لونڈیوں کو بھی اذیت پہنچانے سے منع فرمایا جب کہ اس زمانہ میں غلام اور باندیوں کے ساتھ جانوروں سے بہتر سلوک نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ معاویہ بن الحکم السلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میری ایک حبشی باندی ہے، میں نے اسے زور کا طمانچہ رسید کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اطلاع نہایت گراں گذری، آپ کی ناراضگی کو دیکھتے ہوئے صحابی نے پوچھا کیا میں اسے آزاد کردوں؟ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ، جب وہ لائی گئی تو آپؐ نے پوچھا اللہ کہاں ہے اس نے کہا اوپر، آپؐ نے پوچھا میں کون ہوں، اس نے کہا رسول اللہؐ، تو آپؐ نے فرمایا اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔ [2]

---

[1] بخاری و مسلم [2] ابو داؤد، کتاب الایمان والنذر

راز فاش نہ کرو

عورتوں کی عزت نفس اور وقار کا پاس و لحاظ کرنا ہر حال میں ضروری قرار دیا گیا ہے جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق بھی مردوں پر عائد ہوتے ہیں جس سے وہ پہلو تہی نہیں کر سکتے۔ قرآن میں بصراحت موجود ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ - ۲۲۸)

عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ پر وہی حقوق ہیں جو حقوق مردوں کے ان پر ہیں۔

اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ مرد عورت کی عزت و ناموس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس کا محرم راز ہو، وہ اس کے راز کو اپنا راز اس کے عیب کو اپنا عیب تصور کرے، وہ اس کی کوئی بات (جو راز کی ہو) دوسروں پر یہاں تک کہ انتہائی قریبی حلقہ احباب پر بھی نہ ظاہر کرے، مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے، ایسا کرنا ایک قسم کی خیانت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ان من اشر الناس عند الله منزلة يوم القيمة الرجل الذي يفضي الى امراته وتفضي اليه ثم ينشر سرها"، [1]

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے مباشرت کرتا ہے پھر اس کے راز کو عیاں کر دیتا ہے۔

شرم و حیا عورت کا زیور ہے، اس کے راز کو ظاہر کرنا گویا اس کے زیور حیا کو نیلام کرنا ہے جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

نرمی اور مہربانی

اسلام مردوں کو حقوق و فرائض کی ادائیگی کی تعلیم کے ساتھ ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے۔ عورت کا یہ بھی حق ہے کہ مرد اس کے

---

[1] ابو داؤد، کتاب الادب

ساتھ نرمی اور مہربانی کا معاملہ کرے بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے مردوں کی شرافت اور بردباری کا معیار عورتوں کے ساتھ مہربانی اور حسنِ سلوک کو قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی"[1]

تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہو اور میں تم لوگوں میں اپنے اہل کے معاملہ میں سب سے بہتر ہوں۔

حضرت عائشہ رضؓ ہی سے ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ان من اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقا والطفھم باھلہ"[2]

مومنوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور جو اپنے اہل و عیال پر زیادہ مہربان ہو۔

یہ واقعہ ہے کہ انسان گھر سے باہر جتنا بااخلاق، پروقار اور مہذب نظر آتا ہے اگر گھر میں اس کا معاملہ مختلف ہو تو اس کا بیرونی اخلاق نمائش ہی کہلائے گا، بالعموم لوگ گھر میں تنگ مزاجی، زود اشتعالی اور ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ اور پھٹکار کا مظاہرہ کرتے ہیں یہ اسلامی اخلاق کے بالکل منافی ہے۔ صحابہ کرام رضؓ نے حضرت عائشہ رضؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں اسی لیے سوال کیا تھا کہ جلوت میں انھوں نے آنحضورؐ کا جو اخلاق دیکھا تھا خلوت کے اخلاق سے اس کی تصدیق ہو جائے۔ چناں چہ حضرت عائشہ رضؓ نے شہادت دی "کان خلقہ القرآن" آپؐ کا اخلاق قرآن کا آئینہ دار تھا۔

محبت اور رحمت

اسلام کی نظر میں مرد وعورت کے تعلق کی بنیاد محبت اور رحمت ہے۔ اسلام چاہتا ہے

---

[1] ترمذی، کتاب المناقب [2] ایضاً

کہ مرد وزن میں کامل محبت اور والہانہ تعلق ہو اور اسی میں دونوں کی عافیت ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم - ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

یہ محبت اور رحمت ہی ہے جو ہر دو کو رشتہ ازدواج میں منسلک رکھتی ہے۔ اگر یہ ختم ہو جائے تو یہ رشتہ بھی برقرار نہ رہ سکے گا۔ بلکہ مرد وزن کے اختلاف اور مسائل اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب ان میں باہمی محبت اور رحمت کا جذبہ کم ہو جاتا ہے۔ اس محبت کے بغیر رشتہ ازدواج ہی کیا نظام معاشرت بھی برقرار نہیں رہ سکتا۔ اسلام بنیادی طور پر اس محبت اور رحمت کی ضرورت اور افادیت کا شعور پیدا کرتا ہے اور مردوں سے خاص طور پر اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ اسے کار دین اور باعث ثواب بھی قرار دیتا ہے تاکہ ایک شخص اسے جنسی تعلق کی بنیاد ہی تصور نہ کرے بلکہ دینی اور روحانی فریضہ بھی گردانے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اس کام میں اجر ہے جو اللہ کی رضا کی حصول کے لیے کیا جائے " حتی اللقمۃ ترفعہا فی امراتك (بخاری) یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی اجر ہے جو تم اپنی بیویوں کے منہ میں ڈالتے ہو۔ رشتہ ازدواج کو برقرار رکھنے اور عورت کے ساتھ محبت و رحمت کا معاملہ کرنے کا اس سے بڑا محرک اور کیا ہو سکتا ہے۔

دراصل اسلام ایک ایسے معاشرہ کی تعمیر کا منصوبہ دیتا ہے جس میں حقوق و فرائض اور دائرہ عمل کے تعین کے ساتھ ان پر عمل ہو، باہمی محبت اور تعاون کا جذبہ ہو، ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور ہمدردی ہو اور عدل و مساوات کی کارفرمائی ہو، ایسے معاشرہ کو برپا کرنے کے لیے مرد وزن کے تعلقات کی نوعیت، اسلام کی نظر میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے معاشرہ کی اصلاح پر بہت ہی زیادہ توجہ دی ہے۔

(۴)

کیا عورت شیطان کا پھندا ہے؟

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان اکرم اور اشرف المخلوق ہے۔ اس کی شرافت اور عزت ایک ایسی دولت ہے جس کی حفاظت ہر حالت میں ناگزیر ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین - ۳۰)

بے شک ہم نے انسان کو بہت خوبصورت ڈھانچہ میں ڈھالا ہے۔

دوسری جگہ کہا گیا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل ۷۰)

اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا کیں اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوق پر ترجیح دی۔"

یعنی انسان پیدائشی طور پر احسن ہے۔ قدرت نے جس کو کرامت اور فضیلت عطا کی ہے اور اشرف المخلوق کے منصب پر فائز کیا ہے، چوں کہ انسانیت مرد و عورت دونوں ہی میں مشترک ہے اس لیے یہ تکریم اور فضیلت بھی لازماً دونوں کو یکساں حاصل ہے۔ گویا جس طرح مرد ہی تنہا انسان نہیں بلکہ عورت بھی ہے۔ اسی طرح اس تکریم و فضیلت کا مستحق تنہا مرد ہی نہیں بلکہ عورت بھی ہے۔ اس میں کوئی امتیاز و تفریق نہیں ہے۔ مرد کو عورت کا قوام (نگراں) بنانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پیدائشی طور پر کرامت و فضیلت کا زیادہ حق دار ہے اور عورت اس سے کم۔ مرد قیم صرف اس معنی میں ہے کہ وہ اپنی فطری ساخت اور عورت کی کفالت کی وجہ سے اس کا نگراں اور رقیب ہے۔

اسلام جتنا متوازن، معتدل اور انصاف پسند مذہب ہے اس سے بجا طور پر یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ ہر طبقہ انسانیت کا نجات دہندہ اور اس کی عزت و کرامت کا محافظ ہوگا اور ہر صنف کو یکساں نظر سے دیکھتا ہوگا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث کا مطالعہ کرتے وقت کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ شاید عورت کے معاملہ میں اسلام اپنے مجموعی معیار سے فروتر ہے اور دوسرے مذاہب کی طرح وہ بھی اس معاملہ میں فراخ حوصلہ نہیں بلکہ تنگ نظر ہے۔ ان احادیث کا مطالعہ کرنے کے لیے ہم ان کے صحیح تناظر اور مفہوم پر گفتگو کرتے ہیں۔

پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ وغیرہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"الشوم فی المراۃ والدار والفرس"[۱]

بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت، گھر اور گھوڑے میں۔

اس روایت میں گھر اور سواری کے ساتھ عورت کو بھی بدشگونی میں شریک قرار دیا گیا ہے مگر اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرؓ ہی سے ایک دوسری روایت منقول ہے جو اس روایت سے پردہ اٹھاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بدشگونی کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا (بدشگونی کوئی چیز نہیں) اگر یہ کوئی چیز ہوتی تو گھر، گھوڑا اور عورت اس میں مبتلا ہوتے۔ "ان کان الشوم فی شیئ ففی الدار والمراۃ والفرس"

یہ روایت حضرت سہل بن سعدؓ سے بھی مروی ہے۔ جب لوگوں نے حضرت عائشہؓ[۲] سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بدشگونی گھر، گھوڑا اور عورت میں ہے تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا یہ صحیح نہیں۔ ابوہریرہؓ نے آدھی بات سنی اور آدھی نہیں سنی۔ ابوہریرہؓ اس وقت پہنچے جب آپؐ یہ جملہ کہہ چکے تھے کہ اللہ یہود کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے[۳] حضرت عائشہ رضؓ محرم راز نبوت ہیں۔ اُن کا یہ بیان فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"النساء حبالۃ الشیطان والشباب من الجنون"

عورت شیطان کا پھندا ہے اور جوانی جنون کا حصہ ہے۔

---

[۱] بخاری کتاب النکاح [۲] مسند ابوداؤد الطیالسی، مسند عائشہ ص ۲۱۵، [۳] الاجابۃ ص ۱۲۷

یہ حدیث عام طور پر سننے کو ملتی ہے اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں بیان کی جاتی ہے مگر یہ حدیث کسی معتبر مجموعہ میں (صحاح ستہ) نہیں ملی، اس کو ابونعیم وغیرہ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کے الفاظ میں ان کا مجموعہ حدیث کے چوتھے طبقہ میں ہے جو کمزور، موضوع، وغیرہ جیسی روایات کی تمیز سے بے نیاز ہے۔

اگر اس حدیث کو درست بھی مان لیا جائے تو اس کا پس منظر ہرگز وہ نہیں ہے جو ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں ہے یعنی "آگ میں جلنے اور سانپ سے ڈسے جانے کا علاج ممکن ہے مگر عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔" بلکہ یہ تو صرف صورتِ واقعہ کی اطلاع ہے کہ شیطان نظام اخلاق کو بگاڑنے اور اسلامی معاشرہ میں ابتری پھیلانے کے لیے عورت کو ذریعہ بناتا ہے اور فساد پھیلاتا ہے۔

تیسری حدیث حضرت ابوسعید الخدری رض سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"فاتقوا الدنیا واتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء"[1]

دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو کیوں کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں ہی تھا۔

اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث حضرت اسامہ بن زید رض سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ما ترکت من بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء"[2]

میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

ان احادیث میں عورت کو فتنہ کہا گیا ہے مگر عربی زبان میں فتنہ کا جو مفہوم ہے وہ اُردو سے قطعی مختلف ہے۔ عربی میں فتنہ کے معنی آزمائش کے ہیں اور اسی معنی میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

"اِعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاَنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ

---

[1] مسند احمد ۲۲/۳ [2] بخاری، کتاب النکاح

اَجْرٌ عَظِیْمٌ" (انفال - ۲۸)

جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش کی چیز ہے اور اللہ کے نزدیک بڑا بھاری اجر ہے۔

اس جیسی اور بھی متعدد آیات ہیں جن میں فتنہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے اخلاقی وجود اور اپنی عصمت کی نزاکت کا ہر وقت احساس رکھنا چاہیے۔۔ چوں کہ مرد و عورت کے جنسی تعلقات انسانی اخلاق کا ایک اہم باب ہیں اس لیے خاص طور پر ہدایت کی گئی کہ اس آزمائش میں پورا اترنے کی کوشش کرنی چاہیے، بنی اسرائیل اسی آزمائش میں ناکام رہے تھے۔

چوتھی حدیث مسروقؒ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے نزدیک آکر لوگوں نے کہا کہ نمازی کے آگے سے گدھا، کتا اور عورت کے گذرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔

" شبهتمونا بالحمر والكلاب والله لقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يصلي وانا على السرير بينه وبين القبلة مضطجعة فتبدو لي الحاجة فاكره ان اجلس واوذي النبي صلى الله عليه وسلم فانسل من عند رجليه" [1]

تم لوگوں نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا، خدا کی قسم میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان حائل رہتی اور جب مجھے ضرورت ہوتی تو مجھے اٹھ کر بیٹھنا ناگوار ہوتا مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو، پھر میں ان کے پاؤں کے نزدیک سے کھسک جاتی۔

ایسا لگتا ہے کہ بعض اصحابؓ کو یہ غلط فہمی کہ عورت، کتا اور گدھے کے گذرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول فعل سے نہیں ہوئی تھی بلکہ دورِ جاہلیت میں عورتوں کی جو پست حالت بنا دی گئی تھی اس کے اثرات رفتہ رفتہ ہی زائل

---

[1] بخاری، کتاب الصلوٰۃ

ہو سکتے تھے، ہو سکتا ہے کہ اسی نفسیات کے اثر نے اس غلط فہمی کو جنم دیا ہو ورنہ آنحضورؐ کا معاملہ بالکل واضح اور غیر مبہم ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حذیفہ رضؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک دوسری روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

"لا یفعلن احدکم امرا حتی یستشیر فان لم یجد یستشیرہ فلیستشر من المرأۃ ویخالفھا فان فی خلافھا البرکۃ"[1]

تم میں سے کوئی شخص ہرگز کوئی کام بغیر مشورہ کے نہ کرے اگر مشورہ دینے کے لیے مرد نہ پائے تو عورت سے مشورہ کرے کیوں کہ عورت سے مشورہ کے خلاف کام کرنے میں برکت ہے۔

یہ روایت باطل اور من گھڑت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ام سلمہ رضؓ کے مشورہ پر عمل کیا ہے[2]۔

میں نے "فتنۂ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان" میں تفصیل سے ان جعلی روایات پر گفتگو کی ہے جو عورتوں سے متعلق وضع کی گئی ہیں اور جن کا انتساب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے۔ عورتوں سے مشورہ نہ کرنا یا ان کے مشورہ کے خلاف کام کرنا دین داری نہیں۔ بعض دانشوروں نے اسے حضرت عمر رضؓ سے منسوب کر دیا ہے، چناں چہ ممتاز مغربی دانشور ول ڈورانٹ نے اپنی کتاب 'اسٹوری آف سوی لائزیشنز' میں لکھا ہے کہ "حضرت عمر رضؓ اپنی قوم سے کہتے تھے کہ عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی رائے کے خلاف عمل کرو[3]"۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مشہور ایرانی عالم مرتضیٰ مظہری نے اسے بغیر کسی تبصرہ کے اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے جب کہ یہ بات غلط ہے۔ ابھی ہم دو متعین مثالیں دے چکے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ شفا بنت عبداللہ رضؓ اور عمرہ بنت عبدالرحمن رضؓ سے نہ صرف مسائل میں رجوع کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کا احترام کرتے تھے۔

اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی بڑی ہمت افزائی کی۔ ان

---

[1] المقاصد الحسنۃ ص۱۱۱ [2] تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۳۷
[3] اسلام میں مسئلۂ حجاب ص۱۱۱

کی تعریفیں کیں اور ان کے کردار کو اسلامی سماج میں موثر بنانے کی کامیاب جدوجہد فرمائی اور آپؐ نے ان کو خیر و برکت کا ذریعہ قرار دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ"، ؎۱

یوں تو پوری دنیا اللہ کی نعمت ہے مگر دنیا کی بہترین نعمت نیک عورت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے دریافت کیا کہ ہم کونسا مال اپنے پاس رکھیں، تو آپؐ نے فرمایا۔

"لیتخذ احدکم قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا وزوجۃ مومنۃ تعین احدکم علی الاخرۃ" ؎۲

تم لوگ شکر گذار دل، ذکر کرنے والی زبان اور مومنہ بیوی حاصل کرو جو حصول آخرت میں تم کو مدد دے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ" ؎۳

مجھ کو دنیا کی چیزوں میں عورت اور خوشبو زیادہ پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

اس حدیث میں عورت کا درجہ بہت بڑھا دیا گیا ہے۔ اسی طرح سعید بن جبیرؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا تم نے شادی کر لی؟ میں نے کہا نہیں،

؎۱ مسلم، کتاب النکاح ؎۲ ابن ماجہ، کتاب النکاح

؎۳ مسند احمد ۳/ ۱۲۸ ؎۴ بخاری، کتاب النکاح

اور ابی امامہؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

"ما استفاد المومن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیہا سرتہ وان اقسم علیہا ابرتہ وان غاب عنہا نصحتہ فی نفسہا ومالہ [1]

اللہ کے تقوی کے بعد مومن نیک بیوی سے زیادہ کسی چیز سے مستفید نہیں ہوتا ہے، وہ بیوی کہ جس کو حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی طرف دیکھے تو خوش کردے، اگر اس کو بنیاد بنا کر قسم کھائے تو پوری کر دے اور اگر اس سے غائب ہو تو اپنی جان اور اس کے مال میں خیر خواہی کرے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عورت بہر حال ایک نعمت اور مکرم ہستی ہے الا یہ کہ وہ خود اپنی کرامت کو ضائع کردے، چنانچہ وہ ماں ہو یا بیٹی، بیوی ہو یا بہن ہر صورت میں عزت و احترام اور شفقت و محبت کی مستحق ہے وہ اسلامی سماج کا رکن ثانی ہے، اس کی تحقیر اسلامی معاشرے کی تحقیر اور اسلامی تعلیم کی تضحیک ہے۔

---

[1] ابن ماجہ، کتاب النکاح

(۵)

عورتیں مردوں کا ضمیمہ نہیں

آج کل شعوری یا غیر شعوری طور پر عورتیں جس طرح اپنی معاشی اور سماجی ضروریات زندگی کا ذمّہ دار مردوں کو سمجھتی ہیں اسی طرح اپنے عقائد و اعمال کی ذمّہ داری بھی مردوں پر ڈال دیتی ہیں اور اس قسم کا رجحان کچھ زیادہ ہی عام ہو گیا ہے گویا مرد ایک انسان کامل ہے اور عورت اس کا تتمہ یا ضمیمہ۔ اپنی حیثیت کے اس غلط تصوّر کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ عورتوں کی خود اعتمادی اور فطری صلاحیت مردوں کے آگے دب کر رہ گئی ہے اور دوسری بڑی خرابی یہ پیدا ہو گئی ہے کہ عورتوں میں از خود دین کا علم حاصل کرنے، دین پر چلنے اور دین کے لیے قربانی دینے کا جذبہ متاثر ہو کر رہ گیا ہے، یعنی ان کی دین داری بھی مردوں کے تابع ہو گئی ہے۔ حالاں کہ دین و شریعت کے معاملہ میں مرد اپنا ذمّہ دار ہے اور عورت کی ذمّہ داری خود اس کے سر ہے۔ جس طرح مردوں کے کھاتے پینے کا فائدہ عورتوں کو نہیں پہنچتا، اسی طرح مردوں کے عقائد و اعمال سے عورتوں کو فائدہ نہیں ہو سکتا، ان کو اپنی نجات کے لیے خود ہی کوشاں رہنا پڑے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو الگ الگ ذمّہ داریوں کا مکلّف بنایا ہے اور دونوں سے مستقل دین داری کا مطالبہ کیا ہے۔ اس لیے مطلوبہ ذمّہ داریوں کو پورا کیے بغیر نہ مرد چھٹکارا پا سکتے ہیں اور نہ عورتیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بعض فطری اور ناگزیر اسباب کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی کفالت کی ذمّہ داری مردوں کے اوپر ڈالی ہے اور مرد عورت کا قیم یعنی نگراں قرار پایا ہے اس سے عورت کی صرف وہ ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے جو کسب معاش اور اجتماعی زندگی کے دیگر فرائض و مسائل سے متعلق ہے مگر دینی، سماجی اور عائلی ذمّہ داریاں تو عورت کو بہرصورت نبھانی پڑیں گی۔ چناں چہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

"المرأة راعية على بيت زوجها وهی مسئولة الا کلکم راع و کلکم مسئول"[1]

عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہوگی، تم سب نگراں ہو اور سب اپنے ماتحت کے بارے میں جواب دہ ہو گے۔

قرآن حکیم نے اس بات کو طے شدہ قرار دے کر ہی یہ اعلان کیا ہے۔

"وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا (النساء ۔ ۱۲۴)

اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔

اسلام ایک مسلمان عورت سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ کامل احساس ذمہ داری کے ساتھ ہر حال میں اللہ کی اطاعت اور بندگی کرے اور اس کی رضا جو رہے خواہ اس کے حالات سازگار ہوں یا ناسازگار، خواہ اس کا گھریلو ماحول اس کا ساتھ دے رہا ہو یا نہ دے رہا ہو۔ اور خواہ اسے اپنے بڑے کی ناراضگی ہی کیوں نہ مول لینی پڑے۔ قیامت کے دن اس کو یہ کہنے کا حق نہ ہوگا کہ حالات کی ناسازگاری اور خویش و اقارب کی ناراضگی نے اس کے جذبۂ اطاعت کو متاثر کر دیا، وہ اپنی شبانہ روز کی مصروفیات کا حوالہ دے کر بھی اپنی کمی کی تلافی نہ کر سکے گی، اس کو اپنے ہر قول و فعل اور ہر عقیدہ کا جواب دینا ہوگا جس دن وہ خدائے ذوالجلال کی عدالت میں تنہا ہوگی اس کے ساتھ دوسرا کوئی نہ ہوگا یہاں تک کہ شریک حیات بھی نہیں۔

قرآن کریم کی سورۂ تحریم کی آخری آیات میں چار عورتوں کی نہایت موثر مثالیں دی گئی ہیں۔ ارشاد ہے۔

"اللہ کافروں کے معاملہ میں نوح اور لوط (علیہما السلام) کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انھوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے

---

[1] بخاری، کتاب الاحکام، کتاب النکاح

مقابلہ میں ان کے کچھ کام نہ آسکے، دونوں سے کہہ دیا گیا جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔ اور اہلِ ایمان کے معاملہ میں اللہ فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے، جب کہ اس نے دعا کی اے میرے رب میرے لیے اپنے یہاں جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے۔ اور عمران کی بیٹی مریمؑ کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گذار لوگوں میں سے تھی۔" (التحریم - ۱۰-۱۲)

یہ آیتیں ہر دور کی عورتوں کے لیے نمونۂ عبرت ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایک آئینہ پیش کرتا ہے تاکہ وہ اس میں اپنے دین وایمان اور اپنے کردار وسیرت کا جائزہ لے سکیں۔ ان آیات میں پہلی مثال ایسی دو عورتوں کی ہے جن کے شوہر انتہائی برگزیدہ انسان اور اللہ کے نبی تھے، وہ لوگوں کو خدا کی بندگی کی طرف بلاتے تھے جو کوئی ان کی صحبت اختیار کرتا اس کی دنیا اور آخرت سنور جاتی تھی، مگر یہ بدنصیب عورتیں ان کی زوجیت میں رہتے ہوئے بھی اجنبی بنی رہیں اور ان کے پیغام سے ناآشنا رہیں۔ ان پیغمبروں کی تعلیم وتلقین کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور ان کی محنت کا صلہ انھوں نے انکار اور خیانت کی شکل میں دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ عذابِ الٰہی کی زد میں آگئیں اور ان کے شوہروں کی نبوت ان کے کچھ کام نہ آسکی۔

دوسری مثال اس عظیم خاتون کی ہے جس کا شوہر وقت کا مشہور بادشاہ بلکہ خودساختہ خدا تھا، اس نے انسانوں کو ان کی مرضی کے خلاف غلام بنا رکھا تھا، وہ خود اللہ کی بندگی تو کیا کرتا دوسروں کو بھی اللہ کی بندگی سے روکتا تھا اور اپنی بندگی کی دعوت دیتا تھا اور قوم اس کا ہر حکم ماننے پر مجبور تھی، مگر اس کی بیوی اس کی طاقت ودولت اور عہدہ واقتدار کے رعب میں قطعی نہ آئی، وہ اس کی زوجیت میں ہونے کے باوجود اس کی

غلامی سے آزاد اور اس کی اطاعت سے بے نیاز رہی، وہ اپنے رب پر ایمان رکھتی تھی اور فرعون سے ذرا بھی نہیں ڈرتی تھی، چناں چہ اللہ نے بھی اس کی مدد کی اور فرعون اسے ذرا بھی نقصان نہ پہنچا سکا۔

تیسری مثال ایک مقدس خاتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم رضی کی ہے جن کی خدا ترسی، پاک دامنی اور عفت مآبی کی تعریف قرآن میں کئی مواقع پر کی گئی ہے۔ اللہ نے ان کو ناکتخدائی کی حالت میں جس شدید آزمائش میں ڈالا تھا وہ اپنی نوعیت کا پہلا اور آخری واقعہ تھا لیکن انھوں نے جس عزیمت اور صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اس کو بھی اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ ایک شریف اور پاکباز لڑکی کا بغیر نکاح کے ماں بن جانا اگرچہ اللہ کی نشانی تھی مگر قوم کے ردِ عمل کا سامنا کرنا ہرگز آسان کام نہ تھا، چونکہ خدا کی مرضی یہی تھی تو انھوں نے بھی اس کی خاطر سب کچھ گوارا کر لیا۔

ان مثالوں کے ذریعہ زبردست حکمت و دانائی اور عبرت کی باتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر کوئی اپنی ذات میں بے عمل اور بدعقیدہ ہو خواہ اس کا گھرانہ کتنا ہی دین دار کیوں نہ ہو اس کو اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی دوسروں کی دین داری اس کی بے دینی کا کفارہ نہیں بن سکتی، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی کو جتا دیا تھا کہ یہ نہ سمجھو کہ تمھارا باپ نبی ہے تو قیامت میں تم سے بازپرس نہیں ہوگی بلکہ اپنے اعمال کا تمھیں خود جواب دینا پڑے گا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

"من بطأ به عمله لم يسرع به نسبه" [1]

جو عمل میں پیچھے ہو اس کا نسب اُسے آگے نہیں کر سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ماحول انتہائی مخالف ہو مگر انسان خدا ترسی کا فیصلہ کرے تو کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، وہ اگر اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرے تو خدا اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو جاتا ہے بشرطیکہ انسان جرأت و صبر سے کام لے۔

تیسری بات یہ ہے کہ خدا کسی بندی کو کسی قسم کی بھی آزمائش میں ڈالے تو اس پر

---

[1] ترمذی، ابن ماجہ

اسے صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیے۔ کیوں کہ عزت و ذلت، نفع اور نقصان کا سارا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔ واقعتہً یہی آئیڈیل اسلامی زندگی ہے اور یہی راہِ نجات ہے۔ اللہ نے جس دین کو انسانوں کے لیے پسند کیا ہے اور جس کا نفاذ پورے طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے، ہر اس شخص کے لیے جو مسلمان ہے اور مسلمان رہنا چاہتا ہے ضروری ہے کہ صرف اور صرف اسی دین کی پیروی کرے، اسی نظامِ زندگی کو اپنائے اور اسی کے مطابق اپنے افکار و کردار کی تہذیب و تربیت کرے، ہر ایسے نظریہ و عمل سے پرہیز کرے جس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت ہوتی ہو اور ہر اس طریقہ سے اجتناب کرے جس کی سمت اسلام سے مخالف ہو، قرآن میں بڑی صراحت سے کہا گیا ہے۔

"مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا" (الاحزاب - ۳۶)

کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

اے ماؤں، بہنوں، بیٹیو!

اگر آپ کے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جائے اور فریضۂ نسوانیت پر عمل پیرا ہو جائیں تو اس دور میں بھی آپ انقلاب آفریں کارنامے انجام دے سکتی ہیں بلکہ بعض حالات میں مردوں سے زیادہ موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ عورت ہی ہے جس کے دستِ نازک نئی نسل کی ذہنی و اخلاقی، دینی اور سماجی تعمیر کرتے ہیں، مثل مشہور ہے کہ

وہ ہاتھ جو جھولا جھلاتا ہے، اسی ہاتھ میں دنیا کی باگ ہے۔

ماضی قریب کی تاریخ میں کچھ واقعات ایسے ہیں جو مسلم خواتین کے اس کردار کی اہمیت کا شدت سے احساس دلاتے ہیں اور منصب مادری کو آواز دیتے ہیں۔

جب کمال اتاترک نے ترکی کے اندر اسلامی تعلیم و تحریک پر پابندی لگادی، عربی زبان کی تعلیم بند کردی، اسلامی شعائر کو مٹانا شروع کردیا، حدودِ ملک سے اسلام کو نکالنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر لادینی اور خدا بیزاری مسلط کردی تو مسلم خواتین نے اندرونِ خانہ اسلام کی حفاظت کی، اسلامی تعلیمات اور اسلامی روایت کی امانت کو سینہ سے لگایا اور نئی نسل کو یہ امانت خاموشی سے منتقل کردی، نتیجہ میں ترکی کے اندر اسلامی نشاۃِ ثانیہ کی تحریک از سرِ نو زندہ ہوگئی اور اسلام دشمن حکمراں طاقت کے خلاف زبردست چیلنج بن کر ابھری۔ اس طرح مسلم خواتین نے حکمرانوں کا شیطانی خواب پورا ہونے نہیں دیا۔

۱۹۶۷ء کے بعد جب فلسطین عرب کے علاقے عالمی سازش کے نتیجہ میں یہودی ظلم و بربریت کا شکار ہوئے، مسلمانوں کا اجتماعی قتل کیا گیا، فصلوں کو آگ لگائی گئی، بچوں کو یتیم و غلام بنایا گیا اور ہر طرف اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ بدترین انتقام کا مظاہرہ کیا گیا، تو مسلمان عورتوں نے نئی نسل کی حفاظت اور تربیت کی طرف توجہ دی اور اپنی قومی بربادی کا صیہونیوں سے بدلہ لینے کے لیے اپنے بچوں کو آزادی کا دودھ اور حریت کی غذا کھلانی شروع کردی، ان کو اسلامی غیرت اور ظالم یہودیوں سے عداوت کا سبق دینے لگیں۔ یہی بچے جب سن شعور کو پہنچے تو غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے پر یہودیوں کے توپ اور ٹینک کے مقابلہ میں سنگ بدست نکلے اور یہ پتھر ان کے لیے سنگِ ابابیل سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔

فلسطینیوں کی نیم فوجی تنظیم پی، ایل او کو اسرائیلی حکومت آسانی سے منتشر کرنے میں کامیاب ہوگئی مگر اندرونِ شہر نوجوانوں کی سنگ باری سے ہراساں ہوگئی، سنگ باری اور جدوجہد آزادی کی یہ تحریک جسے انتفاضہ کہا جاتا ہے ۱۹۸۷ء سے لے کر تادمِ تحریر جاری ہے۔ جب یہ نوجوان سنگ بدست سڑکوں پر نکلتے ہیں تو ان کی مائیں پرجوش طور پر کہتی ہیں "جب تک ہم زندہ ہیں نوجوانوں کو لڑنا سکھاتے رہیں گے یہاں تک کہ آزادی کا مسئلہ حل ہو جائے، ہم امن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور اپنی سرزمین سے یہودیوں کو نکال باہر کرنا چاہتے ہیں۔"

۱۹۲۵ء میں روس میں اشتراکی انقلاب کے بعد مسلمانوں کے علمی اور تاریخی علاقے مثلاً تاجکستان، ازبکستان، قزاقستان، آذربائیجان وغیرہ جو نہ صرف علوم و معرفت اور تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھے بلکہ سیاسی اور معاشی لحاظ سے ایشیا کے ممتاز خطے سمجھے جاتے تھے، سُرخ اشتراکیوں نے غصب کر لیے، ان علاقوں سے اسلامی آثار مٹانا شروع کر دیا، مسجدوں کو مسمار کرنا اور شعائرِ اسلام کو پامال کرنا شروع کیا، علماء کو قتل کیا، مسلمانوں کو جلاوطنی یا الحاد کی سزا دی، مدارس بند کر دیے، اسلامی علوم اور عربی زبان پر پابندی لگادی، گویا ہر طرح سے اسلام کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا، تو پھر مسلمان عورتوں نے اندرونِ خانہ اسلام کی حفاظت اور اسلامی روایات کی پاسداری شروع کر دی، خوف و ہراس اور تشدد و تباہ کاری کے ملک گیر ماحول میں نئی نسل تک اسلامی امانت منتقل کرنے لگیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روسی ریاستوں میں ازسرِ نو احیاءِ اسلام کی تحریک جاگ اٹھی اور دنیا نے اسلام کا یہ زندہ معجزہ دیکھا کہ دادا مسلمان تھا باپ کو اشتراکیوں نے اسلام ترک کرنے پر مجبور کر دیا مگر بیٹا مسلمان ثابت ہوا۔ غالباً ایسی ہی خواتین کے لیے شاعر کہتا ہے۔

کارِ دیں بعضے زناں شاید بہ از مرداں کنند

در دلیری شیر مادہ بہتر از شیر نر است

دین کا کام بعض عورتیں شاید مردوں سے زیادہ بہتر انجام دیتی ہیں۔

مادہ شیر نر شیر سے زیادہ بہادر ہوتی ہے۔

ہندوستانی خواتین کے مسائل

میرے سامنے کیرالا میں خواتین کانفرنس کی روداد اور قرارداد ہے[1]۔ روداد کے مطابق ہندوستان میں خواتین تحریک پر یہ چوتھی کانفرنس تھی جس میں تقریباً دو ہزار خواتین شریک ہوئیں۔ اس کانفرنس میں فرقہ پرستی، مذہبی جارحیت اور بابری مسجد پر قبضہ کی مذمت کی گئی ہے۔ رامائن اور مہابھارت کے ٹی، وی سیریل پر بھی کھل کر تنقیدیں کی گئی ہیں۔ ان خواتین نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ وہ ۱۹۹۱ء کو فرقہ پرستی مخالف سال قرار دیں گی اور ۸ر مارچ ۱۹۹۱ء سے فرقہ پرستی مخالف مہم شروع کریں گی۔ تبرکار کانفرنس نے بجا طور پر یہ احساس ظاہر کیا ہے کہ رامائن اور مہابھارت جیسے ٹی وی سیریل سے مذہبی جذبات اور جارحانہ رجحانات میں اضافہ ہوا ہے۔ قرارداد میں عورتوں پر ہونے والے تشدّد اور ان کے استحصال کی بھی مذمّت کی گئی ہے۔ خواتین کا کہنا ہے کہ سماج میں شرح خواندگی میں اضافہ کے باوجود عورتوں پر مظالم اور تشدّد میں کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ کانفرنس نے حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ وہ گھریلو تشدّد ایکٹ کی طرف توجہ دے تاکہ خواتین کے لیے طلاق کی آخری رہائی سے پہلے راحت اور حفاظت کی کچھ صورتیں پیدا ہوں۔ ان خواتین نے حکومت کے ایکٹ برائے

کی کمزوری کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا ہے کہ عورتیں اپنے حمل کا طبی معائنہ اور پھر لڑکے اور لڑکی کی ولادت میں انتخاب از خود نہیں کرتیں بلکہ شوہر اور اہلِ خانہ کے زیر اثر کرتی ہیں جب کہ اس ایکٹ میں یہ پہلو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ قرارداد میں ہندوستانی معیار اشتہارات کونسل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اشتہارات میں عورتوں کی بے حرمتی اور تذلیل کا محاسبہ کرے، نیز سینما اور فحش لٹریچر کے محاسبہ پر بھی زور دیا گیا ہے۔

یہ ساری تجاویز اور تجزیے اپنی جگہ درست ہیں، ان خواتین نے جن مسائل پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے وہ بلاشبہ ہندوستانی سماج کی دکھتی رگیں ہیں۔ اگر یہ تجاویز روبہ عمل آئیں اور ہندوستانی شہریوں کی تائید اور تعاون ان کو حاصل ہو تو ذلت و ہلاکت کی دلدل سے نکلنے میں ہماری سوسائٹی کو بڑی مدد مل سکتی ہے

---

[1] ٹائمس آف انڈیا، پٹنہ ۵ر جنوری ۱۹۹۱ء

خواتین کی تذلیل و توہین کا اندازہ تو کیجیے کہ بقول کسے اب دو ٹکے کا صابن بھی عورت کو برہنہ کیے بغیر نہیں بکتا۔ عورت اس مغرب گزیدہ سوسائٹی میں لذت اندوزی اور تفریح طبع کے دوسرے سامانوں میں گم ہو کر رہ گئی ہے۔ ترقی و روشن خیالی کے نام پر خواتین کے استحصال کی اتنی شکلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اُن کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اس صورتِ حال میں خواتین کی حیثیت، عزت اور وجاہت کی بازیابی کی ہر سنجیدہ کوشش قابلِ قدر اور لائق حمایت ہے۔

خواتین کے حوالے سے اس طرح کی کانفرنس اگرچہ کوئی نئی چیز نہیں، تاہم ہندوستان کے سماجی مسائل جتنے پیچیدہ اور تکلیف دہ ہوتے جا رہے ہیں اس کے پیش نظر خواتین کانفرنسوں اور تحریکوں کی ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے مسائل اور تکالیف کا احساس و ادراک خواتین بہتر کر سکتی ہیں اور شاید اس کے تدارک کے لیے مَردوں سے زیادہ موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اس طرح کی تمام کانفرنسوں اور تحریکوں میں غیر مسلم اور بالخصوص بائیں محاذ سے نظریاتی یا سیاسی وابستگی رکھنے والی خواتین ہی کی زیادہ تر نمائندگی ہوتی ہے، مسلمان اور دین دار خواتین کی یا تو نمائندگی نہیں ہوتی اور اگر بعض مسلم خواتین شریک بھی ہوتی ہیں تو وہ اسلامی شریعت سے ناواقفیت اور مذہبی وابستگی کے فقدان کے باعث بالعموم اسلام اور مسلم خواتین کی نمائندگی نہیں کرتیں بلکہ بعض حالات میں غلط نمائندگی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر سالِ گذشتہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ویمنس کالج آڈیٹوریم میں "مسلمان عورت کے مسائل" پر ایک ہنگامہ خیز سیمینار ہوا، راقم کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ سیمینار کی بیشتر نشستوں میں شرکت کرنے کے بعد اندازہ یہ ہوا کہ چند ایک کے علاوہ بیشتر خواتین شرکاء نے مسائل کا معروضی نقطۂ نظر سے جائزہ لینے اور تعمیر و ترقی کی امکانی راہوں کا سُراغ لگانے کے بجائے اسلام اور مَردوں کو اپنی تنقید و تضحیک کا نشانہ بنایا۔ ان کے خیال میں مسلمان عورتوں کی تعلیمی، سماجی، معاشی اور سیاسی بدحالی و پس ماندگی کی وجہ مذہب ہے یا صنفِ مخالف مرد ہے۔ کلیدی خطبہ سے لے کر آخری نشست تک ان ستونوں کو کسی نہ کسی طرح ضرور نشانہ بنایا گیا۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار کرنے میں بیشتر لامذہبی اور اشتراکی پس منظر رکھنے والی خواتین تھیں۔ مذہبی وابستگی رکھنے والی چند قابلِ اعتبار خواتین وہاں موجود بھی تھیں تو وہ نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی طرح بے اثر تھیں۔ راقم نے ان خواتین سے حسبِ ذیل دو سوالات کیے۔

(۱) وہ کونسا تعمیری کام ہے جس کو انجام دینے میں اسلام یا اس کا نظریہ حجاب رکاوٹ بنتا ہے اس کی اس کی نشان دہی کی جائے۔

(۲) اگر صرف مرد عورتوں پر ظلم و زیادتی کرتا ہے تو بتایا جائے کہ ۱۹۸۸ء تک جہیز اور دوسرے خانگی مسائل کی بنا پر شادی شدہ خواتین کے جلنے کے جو واقعات ہوئے اُن میں ۸۰ فی صد ساس کا دخل تھا آخر ایسا کیوں ہوا، یہ عورت دوسری عورت کے حق میں مردوں سے زیادہ ظالم کیوں ثابت ہوئی۔

ظاہر ہے ان دونوں سوالات کا کوئی معقول جواب ان خواتین کے پاس نہ تھا اور نہ وہ ذہن اس کا جواب دے سکتا ہے جو مذکورہ دونوں ستونوں سے متعلق غیر متوازن طرزِ فکر میں مبتلا ہو۔ درحقیقت مغربی تعلیم گاہوں اور مخلوط ماحول نے جن خواتین کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیا ہے وہ خاندانی استحکام پر استوار اسلام کے معاشرتی نظام کی حکمتوں اور برکتوں کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتیں، نہ تو انھوں نے اس نظام کا مطالعہ کیا ہے اور نہ اسے عملاً آزما کر دیکھا ہے۔

مذکورہ سیمینار کے کچھ ہی دنوں بعد ایک انگریزی ماہنامہ "Savvy" مارچ ۱۹۹۰ء کا شمارہ میری نظر سے گذرا، اس رسالہ میں ایک متمول گھرانے کی تعلیم یافتہ غیر مسلم خاتون ارونا راجے کی آپ بیتی ve Game کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ ارونا راجے نے اپنی خاندانی زندگی کی تفصیل بتاتے ہوئے نہایت غم زدہ انداز میں لکھا کہ اس کی ایک بے تکلف سہیلی "تاج شری تھی جسے وہ ٹوٹ کر چاہتی تھی وہ ارونا کے شوہر "وکاس" پر فریفتہ ہوگئی اور "وکاس" کو اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جس کے نتیجہ میں وکاس نے ارونا اور اس کے بچوں کو چھوڑ کر تاج شری کو اپنا لیا۔ ارونا کہتی ہے کہ "کچھ عورتیں میری مخلص دوست تھیں مگر یہ عورتیں میری بدترین دشمن ثابت ہوئیں"۔ ارونا راجے اپنی دُکھ بھری کہانی سے یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے۔

• جب کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت پر عاشق ہوجاتا ہے تو وہ اس کو اپنے شوہر اور بچوں کو چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا مگر اس کے برعکس جب کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد پر فریفتہ ہوجاتی ہے تو اُسے اپنی بیوی بچوں کو چھوڑنے پر مجبور کردیتی ہے۔ مرد ازدواجی تعلقات ختم نہیں کرتا عورت اسے ختم کرادیتی ہے"۔

بہرصورت سماجی المیہ کا یہ بھی ایک پہلو ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ سماجی زندگی

دو طرفہ تعلقات حقوق اور ذمہ داریوں سے مرکّب ہے اس کی تعمیر مرد و عورت دونوں کی مرہونِ منّت ہے اور اس کی تخریب کے الزام سے بھی کسی ایک کو بری نہیں کیا جا سکتا۔ طاقتور کمزور پر زیادتی کرتا ہے اگر وہ اس طاقت کے ساتھ اصولوں، ضابطوں، سماجی بندشوں اور مذہبی احکام کا پابند نہ ہو، لیکن اگر مرد طاقتور ہونے کے باعث عورتوں پر زیادتی کرتا ہے تو اس کی بھی متعدد مثالیں مل جائیں گی کہ عورت بھی اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک گروہ اکثر کرتا ہے دوسرا کمتر کرتا ہے۔ اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا احساس اور ان کی اصلاح کی فکر اہم چیز ہے۔ دوسرے کو الزام دے کر انسان نفسیاتی راحت تو محسوس کرتا ہے مگر کوئی مثبت نتیجہ نہیں حاصل کر سکتا۔

مسلم خواتین سمینار کے بعد میں نے شدّت سے محسوس کیا کہ عصری تعلیم یافتہ خواتین کی ذہن سازی ان کی منصب مادری کی وجہ سے مردوں سے کچھ زیادہ ضروری ہے اور ان کی سرگرمیوں کو اسلامی رُخ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ دیندار خواتین کی عمومی صورتِ حال یہ ہے کہ بدلتے ہوئے سماجی رجحانات اور رویّوں پر ان کی گرفت اور اثراندازی کمزور اور مبہم ہے، ان کو ایسے مسائل میں دلچسپی لینی چاہیے اور اسلامی معاشرہ کی درست اور موثر نمائندگی کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ یہ مسلمان مردوں کی بھی ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنی خواتین کو دینی و سماجی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے آمادہ کریں اور اس سلسلہ میں اُن کا تعاون کریں۔ عورتوں کی صلاحیتوں کو اُبھرنے اور کارآمد بننے کا بہرحال موقع ملنا چاہیے۔ ہندوستان میں اسلامی خواتین کی تحریک ابھی تک اپنی بازیافت اور شناخت کے سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکی ہے، وہ مسلم تنظیموں اور جماعتوں کے ضمیمہ کے طور پر کام کر رہی ہیں اگرچہ اس میں بھی بہت سی مصلحتیں اور نزاکتیں ہیں مگر آنے والے حالات کے پیشِ نظر مسلم خواتین کی تنظیموں اور تحریکوں کو وسیع، مضبوط اور مستحکم بنانے کی شدید ضرورت ہے۔ ملّی اور سماجی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے اُن کی تعلیم و تربیت اور حوصلہ افزائی کا مناسب اور موثر اقدام بھی ناگزیر ہے بہت سے اجتماعی مسائل خواہ وہ اندرونِ خانہ کے ہوں یا بیرونِ خانہ کے، عورتیں ان میں موثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔ سماج کے ایک بڑے طبقہ کو سماجی سرگرمیوں سے الگ تھلگ رکھ کر کوئی بڑا تعمیری کارنامہ انجام نہیں دیا جا سکتا، خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ پوری قوم اپنے منتشر شیرازہ کو یکجا کرنے اور اپنی افرادی قوّت کو موثر بنانے پر اپنی توانائی صرف کر رہی ہو، بدقسمتی سے ہم نے اجتماعی

زندگی کے ہر ایک اہم معاملہ سے اپنی خواتین کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اب ان کے ذمہ ہم نے کھانا پکانا، سینا پرونا، دھونا، بیکار رہنا، ٹی وی دیکھنا، دوسروں کے عیوب و محاسن کی فہرست سازی کرنا اور زینت و آرائش کی فکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ نوبت یہ ہے کہ وہ غیر ضروری رسموں، شادی بیاہ کی تقاریب، سماجی فنکشن اور ثقافتی پروگراموں میں تو شریک ہو جاتی ہیں، مگر اسلامی اجتماعات، سماجی خدمات اور مذہبی سرگرمیوں سے ان کا کوئی قابلِ ذکر تعلق نہیں۔

جمعہ و عیدین کے خطبات ہوں یا علمارِ دین کے مواعظ، فلاحِ عامّہ کی انجمنیں ہوں یا امدادِ باہم کی سوسائٹیاں، خواتین کا ان میں کوئی حصّہ نہیں، ان کے لیے کوئی موقع نہیں۔ اس طرح ہم نے خود ہی اپنے ایک کارآمد عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے۔ نتیجہ میں ہم اپنی سوسائٹی کو مثالی اور پاکیزہ بنانے کی جو خواہش رکھتے ہیں وہ پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ خواتین کی اگر ایک مستقل انسانی شخصیت ہے تو اس کی سماجی مسؤلیت اور انفرادیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دائرۂ کار کی تقسیم کے ساتھ اشتراکِ عمل کی بہت سی شکلیں ہیں عہدِ نبویؐ سے جن کی رہنمائی ملتی ہے۔

ہندوستان میں مسلم خواتین کے تعلق سے ایک اور المیہ ہے جو عام طور پر مسلمانوں کے خلاف بھڑکائے گئے فسادات کے ماحول میں پیش آتا ہے۔ یہ فسادات جس تیزی اور تواتر کے ساتھ ہو رہے ہیں کہ ہمیں اپنی اعداد و شمار کی صلاحیت پر شبہ سا ہونے لگا ہے۔ ہماری ریلیف بردار تنظیمیں بھی اپنے قوائے عمل کو مجتمع نہیں کر پاتیں۔ ان فسادات میں سب سے بڑی درگت خواتین کی ہوتی ہے۔ ان کی جان کے ساتھ عزت و آبرو کی حفاظت بھی ناگزیر اور اہم ہوتی ہے۔ اس لیے بجا طور پر ہمیں سب سے پہلے ان کی فکر کرنی پڑتی ہے۔ ان ہنگامی حالات میں مسلم خواتین کے کردار پر آپ غور کریں تو مایوسی ہوتی ہے۔ یہ رونے چلّانے اور واویلا مچانے کے علاوہ بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں، کسی فساد زدہ علاقہ میں فساد کی پہلی کوشش کے بعد جب کرفیو لگ جاتا ہے تو بہت سے مجروحین پہلی طبّی امداد نہ ملنے کی وجہ سے دم توڑ دیتے ہیں۔ اگر ان خواتین کو فرسٹ ایڈ اور دفاع کی معمولی تربیت بھی دے دی جائے تو ہنگامی حالات میں اطمینان و راحت کی بڑی مدد مل سکتی ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ خواتین کی سماجی ذمہ داریوں اور موجودہ حالات میں ان کے کردار کی اہمیت سے متعلق بہت سے گوشے ہیں جو ابھی تک غیر واضح ہیں۔ بہت سی ضرورتیں ہیں جن کا احساس

موجودہ مسلم سماج میں پوری طرح پیدا نہیں ہوا ہے خود ان خواتین نے اپنی صلاحیتوں اور ذمہ داریوں کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔ ہندوستانی مسلم خواتین کی یہ تصویر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی اسلامی معاشرہ سے کتنی مختلف ہے جہاں خواتین خانگی اور سماجی مسؤلیت کے بعد ہنگامی حالات میں مردوں کو تنہا نہیں چھوڑتیں۔ میدانِ جنگ میں مجروحین کی مرہم پٹی اور تیمارداری کا سارا کام خود انجام دیتی ہیں، وقت پڑتے پر نہ صرف اپنے بلکہ اپنے مذہب کے دفاع میں شمشیر وسنان اٹھاتی ہیں اور دشمن کے لیے یہ مسلم خواتین اتنی خوفناک اور دلیر ثابت ہوتی ہیں جتنا کہ مسلمان مرد ہوتے ہیں۔

دختران ملت

زشام ما برون آور سحر را	بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو میدانی کہ سوز قرأت تو	دگرگوں کرد تقدیرِ عمر را

حوالہ جات

۱۔ الاجابۃ لایراد ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ ، بدر الدین الزرکشی ، المطبعۃ الہاشمیہ دمشق

۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، علی بن محمد (ابن اثیر الجزری) ، المکتبۃ الاسلامیہ بطہران

۳۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، مکتبۃ المثنیٰ بغداد

۴۔ تاریخ الرسل والملوک ، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ، دار المعارف مصر ۱۹۶۱ء

۵۔ تفسیر القرآن العظیم ، اسماعیل بن کثیر ، مکتبہ مصطفیٰ محمد مصر ۱۳۵۶ھ

۶۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ، ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ، المطبعۃ المیمنۃ مصر

۷۔ الجامع الصحیح ، محمد بن اسماعیل البخاری ، اصح المطابع دہلی

۸۔ سنن ابو داؤد ، سلیمان بن اشعث ابو داؤد ، مطبع مجیدیہ کانپور

۹۔ سنن ابن ماجہ ، ابو عبد اللہ ابن ماجہ القزوینی ، اصح المطابع لکھنؤ

۱۰۔ سنن ترمذی ، محمد بن عیسیٰ الترمذی ، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۱۱۔ السیرۃ النبویۃ ، عبد الملک ابن ہشام ، دار الفکر القاہرہ

۱۲۔ الصحیح المسلم ، مسلم بن حجاج النیشاپوری ، اصح المطابع دہلی

۱۳۔ الطبقات الکبریٰ ، ابن سعد ، بیروت ۱۹۵۰ء

۱۴۔ المسند ، احمد بن حنبل ، مطبع درج نہیں

۱۵۔ المسند ، ابو داؤد الطیالسی ، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۱ھ

۱۶۔ مشکوٰۃ المصابیح ، محمد بن عبد اللہ خطیب التبریزی ، کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۱۷۔ المقاصد الحسنۃ ، محمد بن عبد الرحمان السخاوی ، مطبع علوی الہند ۱۳۰۴ھ

۱۸۔ ہدایہ ، برہان الدین المرغینانی ، مطبع مجتبائی دہلی

۱۹۔ اسلام میں مسئلہ حجاب ، مرتضیٰ مطہری ، خانہ فرہنگ جمہوری ایران ۱۴۰۳ھ

۲۰۔ The times of India, Patna, 3, 1. 31

۲۱۔ Savvy, Delhi, March, 139.

مصنّف کی دوسری کتابیں

(۱) فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان (طبع دوم)
مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی

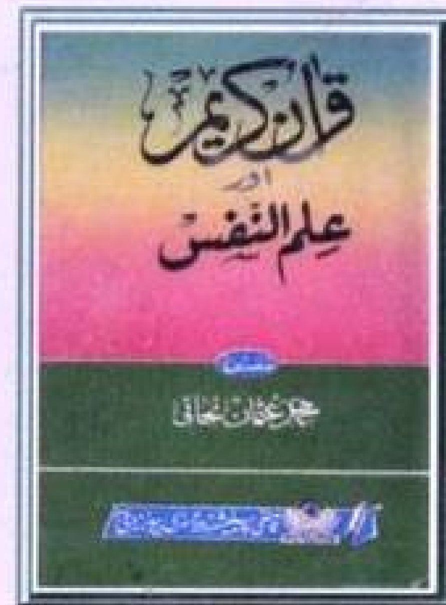
(۲) اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید (ترجمہ)
ہندوستان پبلیکیشنز دہلی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور

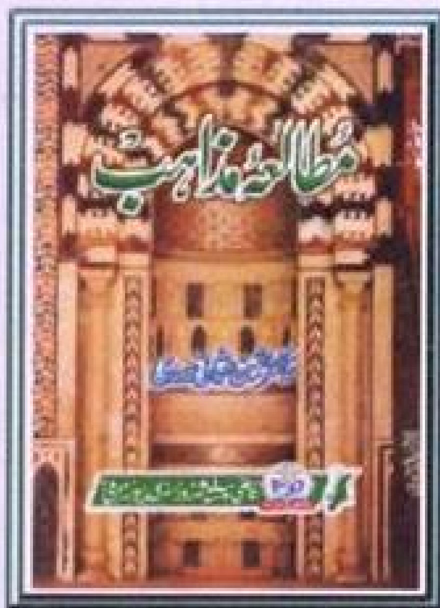
(۳) اسلامی معاشرہ میں مساجد کا کردار
انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹو اسٹڈیز، نئی دہلی

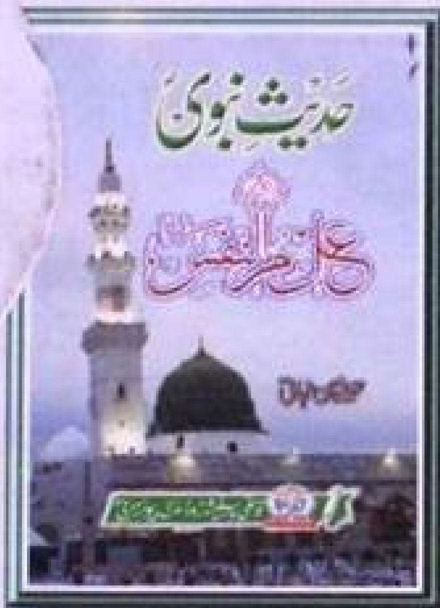
(۴) اسلامی تہذیب اور اس کا مزاج (زیرِ طبع)
ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

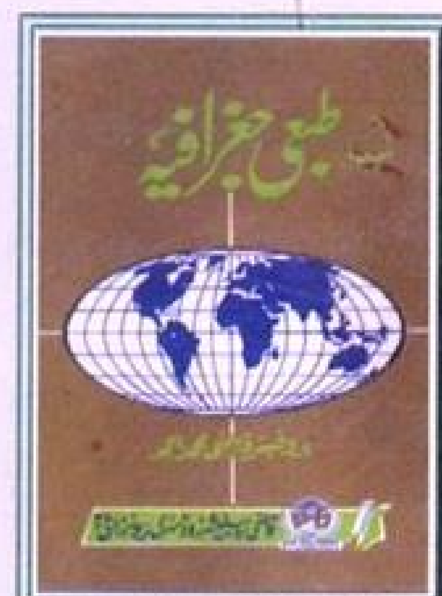
(۵) اسلامی تہذیب اور ہندوستانی سماج (زیرِ طبع)

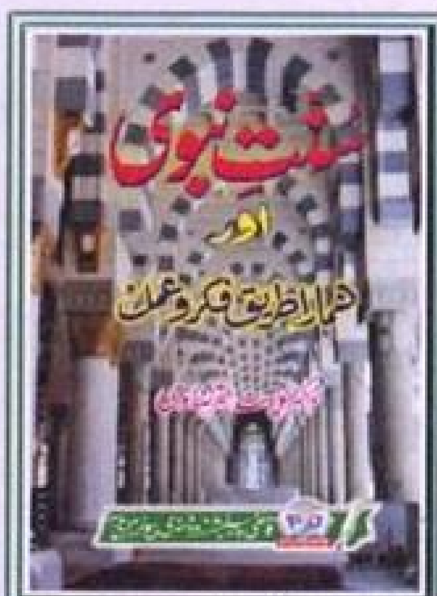
(۶) شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے قرآنی فکر کا تجزیاتی مطالعہ (زیرِ طبع)


قرآن کریم
اور
علم النفس
محمد عثمان نجاتی

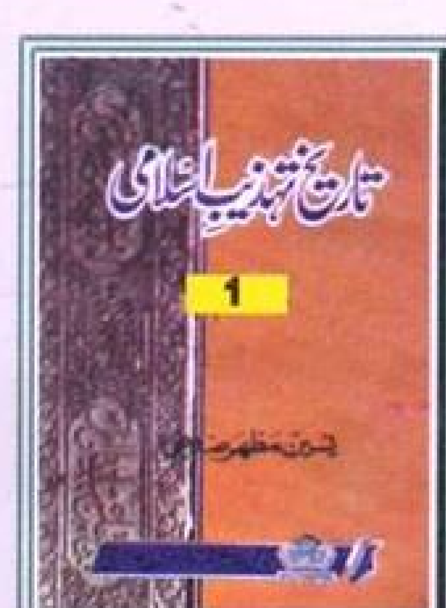

مطالعۂ مذاہب

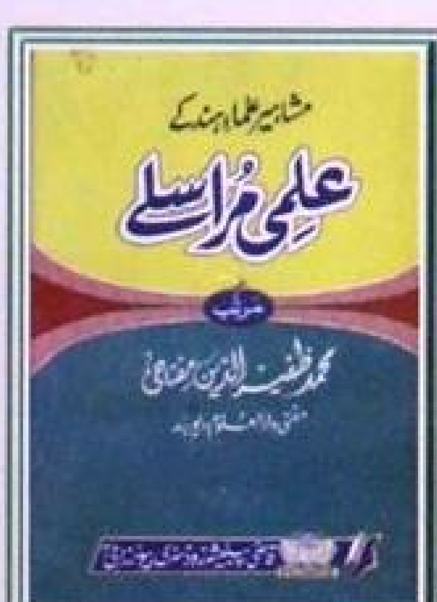

حدیث نبوی
اور
علم النفس

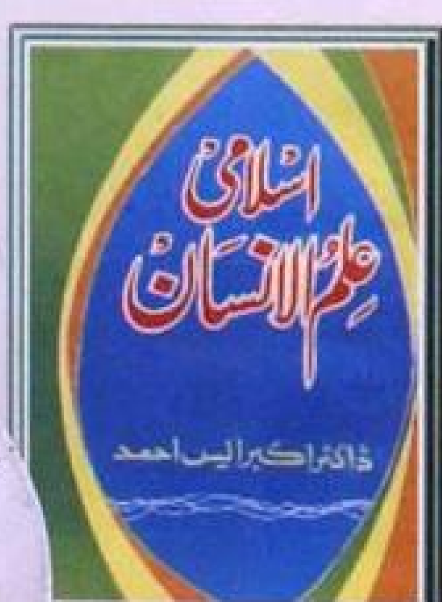

طبعی جغرافیہ

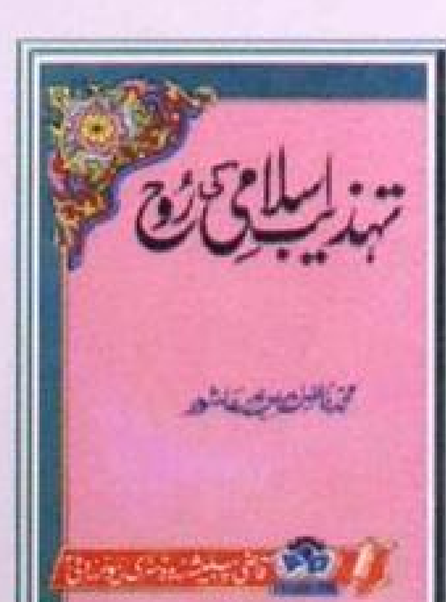

سنت نبوی
اور
ہمارا طریق فکر و عمل

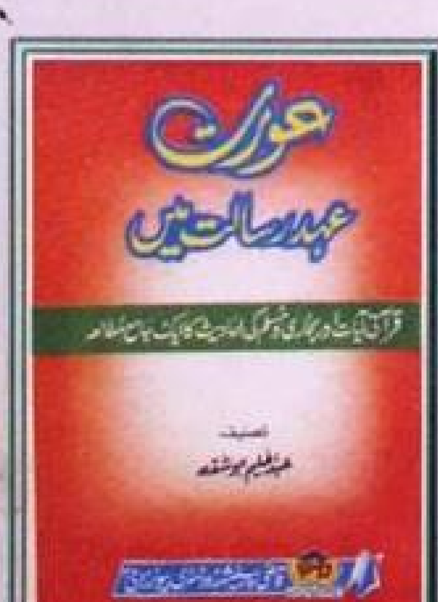

طلاق و تفریق

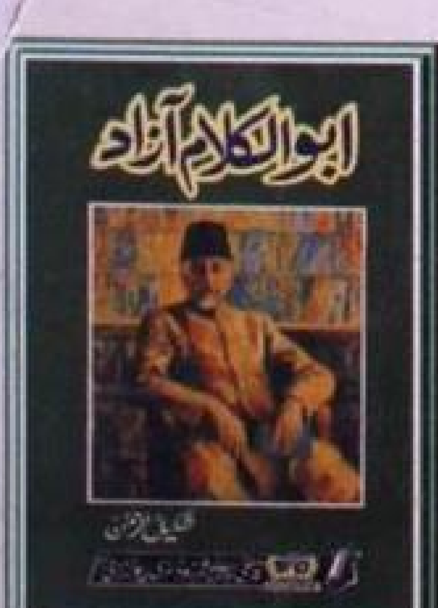

تاریخ تہذیب اسلامی
1


مشاہیر علماء ہند کے
علمی مراسلے
مرتب
محمد ظفیر الدین مفتاحی


اسلامی
علم الانسان
ڈاکٹر اکبر ایس احمد


تہذیب اسلامی کی روح


عورت
عہد رسالت میں


ابو الکلام آزاد

PRICE Rs. 15/-